ماہنامہ

حکمت بالغہ

جولائی 2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل: hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ القلم (68) آیات 44-52

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

فَذَرنِی وَ مَن يُّکَذِّبُ بِهٰذَا الحَدِيثِ

تو مجھ کو اس کلام کے جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو

سَنَستَدرِجُهُم مِن حَيثُ لَا يَعلَمُونَ O

ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی

وَ اُملِی لَهُم اِنَّ کَيدِی مَتِينٌ O

اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں، بے شک میری تدبیر قوی ہے

اَم تَسئَلُهُم اَجرًا فَهُم مِن مَّغرَمٍ مُّثقَلُونَ O

کیا آپ (ﷺ) ان سے کچھ اجر مانگتے ہو کہ ان پر

(قبول حق کی صورت میں) تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے

اَم عِندَ هُمُ الغَيبُ فَهُم يَکتُبُونَ O

یا ان کے پاس غیب کی خبر ہے کہ (اسے) لکھے جاتے ہیں

فَاصبِر لِحُکمِ رَبِّكَ وَ لَا تَکُن کَصَاحِبِ الحُوتِ

آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہو اور

مچھلی (کا لقمہ ہونے) والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہونا

اِذۡ نَادٰی وَ ھُوَ مَکۡظُوۡمٌ O

کہ انہوں نے (اللہ کو) پکارا اور وہ (غم و) غصے کی کیفیت میں تھے

لَوۡ لَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَہٗ نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ

اگر تمہارے پروردگار کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی

لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَ ھُوَ مَذۡمُوۡمٌ O

تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے اور ان کا حال ابتر ہو جاتا

فَاجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ O

پھر پروردگار نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکو کاروں میں کر لیا

وَ اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِھِمۡ

اور کافر تو یوں لگتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے

لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ

جب (یہ) نصیحت (والی کتاب) سنتے ہیں

وَ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنَ O

اور کہتے ہیں یہ تو واقعی دیوانہ ہے

وَ مَا ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ O

اور (لوگو) یہ (قرآن) اہل عالم کے لیے صرف نصیحت ہے

صدق اللہ العظیم

حرفِ آرزو

یہ جنگ صلیبی جنگ ہی ہے
جو جیتے گا......وہی مستقبل کی سپر پاور ہوگا

انجینئر مختار فاروقی

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی

اس شعر میں علامہ اقبال نے ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوتی ہدایت (جسے قرآن مجید میں کہیں 'نور' اور کہیں 'اللہ کا نور' سے تعبیر کیا گیا ہے) کو چراغ مصطفوی ﷺ فرمایا ہے اور اس کے مدمقابل ابولہب کی کوششوں کو 'شرار' یعنی چنگاری سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ کشاکش ازل سے جاری ہے اور اب قربِ قیامت میں اس نے ایک عالمی جنگ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

یہ تیسری عالمی جنگ (1990ء میں امریکی صدر جارج بش کے اعلانِ نیو ورلڈ آرڈر سے شروع ہوئی تھی) گزشتہ دو عشروں سے کبھی 'نرم' کبھی 'گرم' انداز میں جاری ہے۔ 2001ء میں امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارتوں پر 11 ستمبر کو فضائی حملوں کے ڈرامے کے بعد 1990ء والے سینئر بش کا بیٹا جونیئر بش افغانستان اور بعدازاں عراق پر حملہ آور ہو گیا اور تمام عالمی صنعتی ترقی یافتہ ممالک کو ساتھ ملا لیا۔

نائن الیون کے واقعہ کے لئے ہم نے ڈرامے کا لفظ دانستہ لکھا ہے اس لیے کہ

☆ امریکہ جیسے ملک میں 3 جہاز اغوا ہوئے نیو یارک اور امریکی دارالحکومت واشنگٹن ڈی

سی کی طرف پرواز کرتے رہے مگر کوئی سیکورٹی ایجنسی حرکت میں نہیں آئی، نہ کوئی F-16 یا اس سے بھی اوپر کے طیارے امریکی دارالحکومت کی حفاظت کے لئے فضا میں اُٹھے نہ انٹی ایئر کرافٹ گنز (GUNNS) نے گولے برسائے۔ مکمل خاموشی کا مطلب واضح ہے۔

☆ اغواء ہونے والے طیارے امریکی فضائیہ کے رڈار سسٹم پر کہیں نظر نہیں آئے حالانکہ نیویارک کے عالمی مالیاتی مرکز کی فضائی نگرانی شاید امریکی ایوانِ صدر سے بھی زیادہ درجے کی ہوگی نیویارک/ واشنگٹن ڈی سی کی فضا میں ان اغواء شدہ طیاروں کی مزاحمت نہ ہونا اور مار نہ گرایا جانے کا مطلب بھی صاف ظاہر ہے۔ (فوری تقابل کے لیے سامنے رہے کہ پاکستان میں دوسال قبل ایربلیو (AIR BLUE) کا ایک مسافر بردار طیارہ راولپنڈی/ اسلام آباد ائیر پورٹ پر موسم کی خرابی کی وجہ سے حدود کی خلاف ورزی کر کے چند کلومیٹر NO FLYING ZONE میں گیا تھا کہ مار گرایا گیا اور اس کا بلیک باکس میں صحیح حالت میں نہ مل سکا جس کے سارے مسافر بمع عملہ ہلاک ہوگئے)

☆ نائن الیون کے واقعے کے دن ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے خاص مذہبی فرقے کے ملازمین حیرت انگیز طور پر اجتماعی طور پر چھٹی پر تھے۔ اس کا مطلب بھی صاف طور پر واضح ہے۔

☆ نائن الیون کے واقعے پر امریکہ میں کوئی تحقیقاتی کمیشن نہ بنایا گیا تاکہ اس واقعے کے اسباب اور محرکات نیز مجرم سامنے لائے جاسکیں۔ ایک کمیشن بنایا گیا تھا جو جلد ہی توڑ دیا گیا نہ معلوم کیوں؟۔

☆ غیر سرکاری دانشور اور ماہرین کے نزدیک حملہ آور جہاز اغوا شدہ نہ تھے اور نہ ہی کمرشل طیارے تھے بلکہ فوجی طیارے تھے اور ان میں پہلے سے تباہ کن ہتھیار/ مواد بھرا ہوا تھا۔ اس کا مطلب بھی صاف ظاہر ہے۔

☆ بظاہر یہ طیارے جس طرح دو بلند و بالا عمارات میں ٹکرائے اور وہ گر گئیں ماہرین کے نزدیک صرف ٹکرانے سے یہ بلڈنگز اگر تباہ ہوتیں تو اس طرح تباہ نہ ہوتیں۔ دو بلڈنگوں سے دو طیارے ٹکرائے اور وہ بلڈنگیں اس خاص طریقے سے گر گئیں ایک تیسری بلڈنگ سے کوئی طیارہ نہیں ٹکرایا وہ بھی اسی خاص طریقے سے زمین بوس ہوگئی۔ اس کا مطلب بھی صاف ظاہر ہے۔

☆ امریکہ جیسا ملک اوراس کی اعلیٰ تعلیمافتہ حکمران ٹیم نے بغیر تحقیق ملزموں کی نشاندہی کردی، نامزد کردیا اوران کے آبائی علاقوں کا پتہ لگالیا اوران پرنفرت کا اظہار کرنا شروع کردیا اور عالمی میڈیا میں یہ واقعہ مسلمانوں کی طرف منسوب کردیا گیا۔ ڈرامہ واقعی بڑی دیدہ ریزی سے پلان کیا گیا تھا اور مطلب صاف ظاہر ہے ـــــــــ صہیونیت اور اسلام کی جنگ کا اگلا مرحلہ۔

☆ امریکی صدر جونیئر بش کی زبان سے یہ الفاظ اس وقت ادا ہوگئے جب وہ نائن الیون کے واقعے پر قومی خطاب میں تبصرہ کررہے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف اب یہ ہماری صلیبی جنگ ہے۔ یہ واقعی صلیبی جنگ ہے اس میں کوئی شک نہیں اور امریکہ کو کسی معذرت اور وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اس صلیبی جنگ میں عراق جو ایٹمی طاقت بننے جارہا تھا (اور اس کو پہلے بھی تباہ کیا تھا) اب اس ملک کو اقتصادی لحاظ سے بھی مزید تباہ کردیا گیا اور عراقی تیل پر قبضہ کرلیا گیا۔ عراق پر حملہ کا مقصد صاف ظاہر ہے۔ افغانستان پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ بنایا گیا اور نائن الیون کے واقعے کا ذمہ دار اور مجرموں کو پناہ دینے کا الزام لگا کر ـــــــــ اس مسلم ملک کو اور طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کردیا گیا۔

2001ء سے 2011ء تک کی فوجی کاروائی میں امریکہ (یا NATO) نے کیا کھویا کیا پایا یہ الگ بات ہے مگر طالبان کی مرکزی قیادت کو کوئی گزند (یا DENT) نہیں پہنچایا جاسکا۔ امریکہ اب طالبان کی مرکزی قیادت سے مذاکرات کررہا ہے اور جولائی 11ء میں افغانستان سے فوجی انخلاء کا اعلان کررکھا ہے۔

اب یہ صلیبی جنگ افغانستان کی معدنیات کے حصول کے بعد مزید پھیل چکی ہے۔ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر بھی امریکہ کی بُری نظریں ہیں۔ مصر، لیبیا، یمن، سعودی عرب اور شام میں حالات دگرگوں ہیں، تیل کے وسائل پر للچائی ہوئی نظر رکھے یہ امریکہ ـــــــــ دوستی کی آڑ میں نامعلوم کیا کچھ کرنے جارہا ہے؟۔ سعودی حکومت کو کمزور کرکے مسلمانوں کے مذہبی مقامات حرمین شریفین پر سعودیوں سے زیادہ 'تابعدار' قسم کی حکومت مسلط کرنا امریکی ایجنڈا ہے۔

متوقع طور پر یہ ایران اور مسلمانوں کے قدامت پرست نظریات کے حامل (ORTHODOX) گروہ ہیں جو سعودی حکومت سے روزِ اوّل سے ہی ناراض ہیں۔

امریکی قیادت میں صیہونیت کے مقاصد کے حصول، اسرائیل کی حفاظت وصیانت اور اس کے توسیعی عزائم کی تکمیل کے لئے جاری یہ جنگ واقعی صلیبی جنگ ہے اور عالم اسلام کے وسائل پر قبضے تک جاری رہے گی۔

اس جنگ کے دو فریق ماضی کی صلیبی جنگوں کی طرح مسلمان بمقابلہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ آج کی اس جنگ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ بظاہر سیکولرازم اور لبرل ازم کے داعی بھی فرنٹ لائن میں شامل ہیں جبکہ مشرکین کے نمائندہ بھارت (جہاں اکیسویں صدی میں بھی انسان پتھر کے ننگے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہیں، جہاں مذہب کے نام پر بے حیائی کو مجسم شکلیں عطا کر دی گئیں ہیں) اس کا صلیبی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف شامل ہونا بھی بڑا معنی خیز ہے۔

یہ جنگ صاف ظاہر ہے کہ ایک کی جیت اور دوسرے کی تباہی پر منتج ہوگی۔ آج کی یہ جنگ کئی محاذوں پر جاری ہے۔

☆ یہ فوجی اور عسکری بھی ہے۔ ☆ یہ جنگ اسلحہ کی جنگ بھی ہے۔ دونوں فریق ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر اس کو جانی مالی نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کر رہے۔ ☆ یہ جنگ سفارتی جنگ بھی ہے جہاں بظاہر آمنے سامنے بیٹھے فریق مذاکرات اور افہام و تفہیم کی باتیں کر رہے ہیں مگر درحقیقت دوسرے کی کمزوریاں تلاش کر کے اس کو زک پہنچانا مقصود ہے۔ ☆ یہ جنگ میڈیا جنگ بھی ہے جو بڑی سکرین اور چھوٹی سکرین پر مباحثوں، تبصروں گفتگوؤں، انٹرویوز وغیرہ کے ذریعے لڑی جا رہی ہے۔ ☆ یہ جنگ مالیاتی بھی ہے جو IMF اور WB کے ذریعے دوسرے فریق کی طنابیں کس کر اس کو مالیاتی طور پر مفلوج کر دینے کی جنگ ہے۔ ☆ اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف UNO بھی شریک ہے اور مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کے معاشرتی سیٹ اپ پر حملہ آور ہے۔ ☆ یہ جنگ آبادی کی جنگ بھی ہے کہ مسلمانوں کو پولیو کے ٹیکوں کی مہم اور دیگر ذرائع سے ان کی نسل کُشی کے اسباب جمع کیے جا رہے ہیں۔ ☆ یہ جنگ مذہبی بھی ہے کہ اس میں قرآن مجید کی توہین اور اس کو جلانا بھی ایک مہم کے طور پر جاری ہے۔ ☆ یہ جنگ مسلمانوں کے

ساتھ ساتھ اس کائنات کے خالق و مالک کے خلاف بھی ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی کردار کشی کا منصوبہ اس جنگ کا ایک حصہ ہے۔☆ یہ جنگ فضائی بھی ہے برّی بھی ہے اور بحری بھی۔ ☆ یہ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی لڑی جارہی ہے، ☆ یہ جنگ کیمیائی بھی ہے اور بیالوجیکل بھی۔ ☆ یہ جنگ طلسماتی جنگ بھی ہے کہ مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کو مسحور (HYPTONISE) کردیا گیا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری جنگ ہے اور اپنے ملکوں کے اپنے مسلمان عوام کو مار کر امریکہ کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔☆ یہ جنگ اعصابی جنگ بھی ہے اور نفسیاتی بھی۔☆ یہ جنگ بظاہر ایک مسلمان ملک پاکستان کو دوست اور 'اتحادی' بنا کر اسی کے خلاف لڑی جارہی ہے۔

پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم بھی دراصل مسلمانوں ہی کے خلاف تھیں تاہم ان جنگوں کو سیکولر نام دے کر مسلمان عوام اور ELITE CLASS کو مطمئن رکھا گیا ہے کہ یہ جنگیں تمہارے خلاف نہیں تھیں۔ اسی طرح تیسری جنگ عظیم جو جاری ہو چکی ہے ـــــــــ وہ بھی اسی سلسلے کی اگلی کڑی ہے جبکہ ہمارا دشمن مسلمانوں کے دنیا سے خاتمے اور عالمی حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔

اس جنگ کا ایک فریق مسلمان ہیں ـــــــــ جو مار کھا رہے ہیں نقصان اٹھا رہے ہیں مگر ڈٹے ہوئے ہیں اور دشمن کو چین نہیں لینے دے رہے۔ مسلمانوں کا اس جنگ میں دعا کرنا اور اپنی کامیابی کے لیے ہاتھ اٹھانا ایک فطری عمل ہے۔ مگر ـــــــــ کیا قیامت ہے کہ ہمارا دشمن ہمیں اس جنگ میں اپنی فتح کی آس اور امید لگانے اور دعا کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ حج کے موقع پر حرمین شریفین میں یا پاکستان کی کسی بڑی مسجد میں اس قسم کی دعا مغرب کی نگاہ میں ایک ناقابل معافی جرم اور دہشت گردی کی قسم کی شئے ہے۔

تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ میں (جو اب اپنے منطقی انجام یعنی مشرق وسطی میں ـــــــــ بڑے ٹکراؤ کی طرف بڑھ رہی ہے) یقیناً ایک فریق تو فتح یاب ہوگا۔ یہ حق امریکہ اور NATO کا بھی ہے کہ اس کی امید لگائیں کہ وہ یہ جنگ جیتیں گے اور یہ حق مسلمانوں

کا بھی ہے کہ وہ دعائیں کریں، مسلمانوں کے دلوں کو گرمائیں اور اس جنگ کو جیتنے کے ممکنہ طریقے بروئے کار لائیں۔

اس جنگ میں جیت کے پردے میں ایک اور بڑی حقیقت چھپی ہوئی ہے ــــــــ کہ جو فریق بھی اس جنگ میں جیتے گا وہ اگلے چھ سات عشرے دنیا کی واحد سپر پاور ہوگا۔ جنگ بھی کھیل کی طرح ہوتی ہے اور ہار جیت اس کا حصہ ہوتے ہیں۔ تاہم ــــــــ یہ صلیبی جنگ ایک طرف مذہب، اخلاق، ضمیر اور دوسری طرف سیکولرازم لبرل ازم، بے اصولی اور ناانصافی کے درمیان لڑی جارہی ہے۔ اس لئے یہ امکان کہ اس جنگ کا نتیجہ بے اصولی اور ناانصافی کی جیت ہوگی مغربی سوچ اور خواہش تو ہوسکتی ہے مگر ــــــــ دنیا جن اصولوں پر صدیوں سے چلی آرہی ہے اس کے مطابق اس جنگ کا یہ فیصلہ ــــــــ محال مطلق ہے۔

ایک مسلمان اور بنیاد پرست (FUNDAMENTALIST) مسلمان کی حیثیت سے اس جنگ میں مسلمانوں کی جیت کی خواہش اور اس کے لیے دعا ہمارا حق ہے اور یہ ہم کرتے رہیں گے۔ یہ جنگ تیسری صلیبی جنگ تو ہے ہی آخری صلیبی جنگ بھی ہے چاہے قرنوں جاری رہے۔ جنگ کا فیصلہ یقیناً قرآن اور قرآن مجید لانے والے (ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں) حضرت محمد ﷺ کے حق ہی میں ہوگا۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

رسول اکرم ﷺ
نے رمضان المبارک کیسے گزارا

انجینئر مختار فاروقی

ماہِ صیام کی آمد آمد ہے اور اس بابرکت اور عظیم مہینے کی عبادات کی اہمیت ہر باعمل مسلمان پر واضح ہے۔ تاہم ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اس ماہ میں اپنی مصروفیات ــــــــــ اور ہو سکے تو ہر طرح کے میل جول کو منقطع کر کے بس دن رات عبادت میں لگے رہنا ہی شاید اس ماہِ صیام کا حق ادا کرنا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم عام طور پر فضائلِ رمضان المبارک میں احادیث نبوی ﷺ اور تفصیلات ہی وہ بیان کرتے ہیں جو اسی مزاج کی حامل بھی ہیں اور اسی سوچ کو پختہ تر کرنے والی ہیں ہمارے ہاں گزشتہ پانچ چھ سو سال کے بزرگانِ دین کے تذکروں میں جو نقشہ ماہِ صیام کی مصروفیات کا سامنے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ بس اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اس ماہ ہر قسم کا سفر ترک کر دیا جائے اور عوام سے میل ملاقات میں وقت لگانے کی بجائے بس عبادات الٰہی اور نیکی کرنے میں وقت گزارا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام قرآن مجید کے سیاق کلام میں دیکھیں تو یہاں عبادتِ صوم اور ماہِ صیام کی مصروفیات اور تفصیلات کے بیان والے رکوع سے چند رکوع پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے، اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ــــــــــ تعمیر کعبہ کا ذکر ــــــــــ اور پھر عظیم المرتبت دعا کا ــــــــــ جس کی قبولیت میں تو اگرچہ 2500 سال لگ گئے مگر کامل اور اکمل ترین نبی، بلند پایہ رسول اور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ تشریف

لائے۔ بقول حالی

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحؑا

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے آغاز پر ہی اسی بیت اللہ کی تولیت کی ــــــــــ ''حق بحقدار رسید'' کے مصداق ــــــــــ سپردگی یعنی تحویل قبلہ کا تذکرہ ہے اور اس کی آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت کا ــــــــــ کہ ہر روز نماز پنجگانہ کے لئے تم مسلمانو جہاں کہیں بھی ہو تمہیں اس قبلہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔

اس اہم ہدایت کی بعد شانِ رسالت مآب ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے تم حقیقت سے واقف نہیں تھے یہ آپؐ کی شان اقدس ہے کہ آپ ﷺ انہیں وہ باتیں عام انداز میں سکھا رہے ہیں جو یہ جانتے نہیں تھے۔ اور اس شاندار تذکرے کے ساتھ ہی صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے ــــــــــ بالواسطہ جنگوں اور کفار سے مقابلے کا ذکر ہے اور اس راہ میں شہادت کے اعلیٰ مقام کا ذکر ہے کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔

اس پس منظر میں بات یہود کے تذکرے سے ہوتی ہوئی آیاتِ الٰہی اور غلط قیادتوں اور الائمۃ المضلون کی ملمع سازیوں کے حوالے کے بعد شیطان کے ذکر پر آتی ہے، حلال وحرام اور یہود کے انکار قرآن مجید پر رکوع ختم ہوتا ہے۔

اب یہاں ''نیکی کی حقیقت'' کا تذکرہ ہے، یہود کی معہود ذہنی کی نفی ــــــــــ کہ مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا ہی کل نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اللہ اور آخرت کو اور پیغمبر یعنی حضرت محمد ﷺ کو ماننے میں ہے اور آپ ﷺ جو نیکی کا تصور لائے ہیں اس میں جہاد اور قتال ہی نیکی کی اعلیٰ شکل ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو سفر تبوک سے متعلق ہے سامنے آتی ہے۔

بعد ازاں اسی جہاد سے پیدا شدہ مسائل یعنی شہادتوں کے بعد وراثت اور دیگر تفصیلات کے بعد روزے کی فرضیت اور اس کے احکام اور حکمتیں مذکور ہیں اور اس رکوع میں روزے کی عبادت کے ساتھ تجردکی زندگی کی تخفیف اور متاہل زندگی کی بلند شان کا اشارہ ہے اور ساتھ ہی کسب حلال اور اکل حلال کا ذکر ہے۔ اس رکوع کے بعد حج اور ساتھ ہی پھر جنگ کا ذکر

ہے۔ گویا قرآن مجید میں سیاق وسباق ـــــــ جہاد، جنگ اور اس کے متعلقہ مسائل ہی کے درمیان ماہِ صیام کا ذکر ہے اور اس ماہ کی فضیلت اور قرآن مجید کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ روزہ ایک تربیت ہے اور قرآن مجید کا تراویح میں سننا ایک روحانی ترقی کا ذریعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ ساری محنت مشقت کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ تیاری آئندہ کن مشکل مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟ ـــــــ اس استخراج کی کوشش راقم خود اپنے ناقص ذہن سے کرے گا تو ایک ناپاک جسارت اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی جس کا راقم اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر سوچ بھی نہیں سکتا کہ دینی معاملات میں کوئی بات خیر القرون سے ہٹ کر یا بلا دلیل کی جائے۔

آیئے ـــــــ اس ساری بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے ماہ و سال اور رسالت مآب ﷺ کے پیغمبرانہ کارناموں کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی معیت اور اتباع میں یہ وقت کیسے صرف کیا۔

یہ بات طے ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اس کے احکام دو تین سالوں میں مکمل ہوئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کا رکوع 23 خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس کی آیات میں زمانہ نزول کا فصل موجود ہے۔

اب 2 ہجری کے رمضان المبارک سے آپ ﷺ کے وصال مبارک یعنی ربیع الاول 11 ہجری تک، 9 ماہ صیام آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آئے ہیں۔ یہ 9 ماہ صیام آپ نے کیسے اور کن حالات میں گزارے اور اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی کیا تربیت فرمائی اور کیا پیغام دیا؟ وہ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

رمضان المبارک 2 ہجری

یہ پہلا ماہِ صیام ہے، بڑے ذوق وشوق سے مدینہ منورہ میں اس عبادت کا آغاز ہوا، اہتمام کیا گیا۔ ساتھ ہی مکہ میں جو وادی نخلہ میں مہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی تھی اور ان کے ہاتھوں یکم رجب 2ھ کو ایک کافر مارا گیا اس کے اثرات اور ردّعمل مکے میں

جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ (حضرت) ابوسفیان کی زیر قیادت جو قافلہ ملک شام جارہا تھا (جمادی الاول 2 ہجری، مطابق نومبر 625ء) میں اس کے تعاقب کے لئے ایک مہم روانہ کر چکے تھے۔

اب وہ قافلہ بھی واپس آ رہا تھا اس کی اطلاعات تھیں اور قریش بھی جوش انتقام میں جل بھن کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپ ؐ رمضان المبارک کے دوسرے ہفتے میں 313 جانثاروں کو ساتھ لے کر نہایت قلیل تیاری کے ساتھ قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے اور اس سفر میں ہی اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ فرمایا اور اپنی تدبیر سے اہل ایمان اور کافروں کو بدر پہنچا دیا جہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تاریخی فتح دے کر ''یوم بدر'' کو ''ایام اللہ'' میں سے اہم دن بنا دیا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کا ہے۔ گویا یہ پہلا رمضان المبارک جنگ بدر کی طرف پیش قدمی اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹتے نپٹتے گزر گیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ——— میدان بدر کی شاندار کامیابی، سورۃ روم میں موعود یہود و نصاریٰ کی فتح کی خوش خبری کا مدینہ پہنچنا اور بدر کی فتح پر آس پاس کے علاقوں سے تہنیتی وفود کے جلو میں گزری۔

ع عید آزاداں شکوہِ ملک و دین   عید محکوماں ہجوم مؤمنین

رمضان المبارک 3 ہجری

رمضان المبارک 3 ہجری آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینے میں گزارا، اس دوران میں قریش کی سال بھر کی جنگی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاعات آ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشوروں میں وقت گزار رہے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کو ایک قاصد کے ذریعے مکہ سے تین ہزار افراد کا لشکر روانہ ہونے کی اطلاع ملی جو بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے تحمل سے مشورے کیے اور دفاعی اور جنگی منصوبہ بندی فرمائی۔

عید الفطر اسی منصوبہ بندی میں گزاری، قریش کا لشکر 6 شوال 3ھ کو مدینہ اترا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکل کر رات گزاری اور 7 شوال 3ھ کو جنگ اُحد کا دن ہے۔ یہ دن یوں بھی بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ زخمی ہوئے زمین پر گرے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس جنگ میں 70 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں حضرت امیر حمزہ،

حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حنظلہ ﷺ بھی شامل تھے۔ انہیں حالات میں شوال 3ھ میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

رمضان المبارک 4 ہجری

شعبان 4 ہجری میں کفار کے عہد کے مطابق ایک معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر دوم کہتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ واپسی پر رمضان کا ماہ مبارک آیا جو آپ نے مدینے میں گزارا۔

رمضان المبارک 5 ہجری

الرحیق المختوم کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے بقول غزوہ احزاب شوال 5ھ میں پیش آیا تھا۔ دو تین ماہ قبل سے ہی قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مدینہ پہنچ رہی تھیں، عرب بھر سے قریش کے حلیف (اتحادی) قبائل کے لشکر تیار تھے اور مدینہ پر حملہ کے منتظر۔ اس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا، یہ آپ کی ذاتی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ خندق تقریباً 9 کلومیٹر لمبی تھی اور مسلمانوں نے نہایت جانفشانی سے اس کی کھدائی کی تھی، خود رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شریک رہے، سردی کا موسم تھا۔ ماہ رجب، ماہِ شعبان اور رمضان المبارک 5ھ کا ایک حصہ اسی خندق تیاری میں گزر گیا۔ اور باقی رمضان المبارک، شوال کا مہینہ لشکر کی آمد اور حملہ کے خطرہ میں گزرا۔ شوال میں 28 دن یہ محاصرہ رہا تاہم کفار کا لشکر بغیر فتح کے نامراد لوٹ گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی تھی۔ یہ رمضان المبارک بھی جنگی تیاریوں اور پہروں کے جلو میں اور جہاد کے ماحول میں گزرا۔

رمضان المبارک 6 ہجری

2 شعبان کو غزوہ بنی المصطلق کے لئے روانگی ہوئی اور اواخر شعبان میں واپسی، اسی غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کا واقعہ پیش آیا جس سے 40 روز تک آپ ﷺ گھریلو معاملات میں منافقین کے رویے کی وجہ سے سنگین کیفیت سے دوچار رہے، پورا رمضان المبارک ظاہری طور پر ایک طرح کی بے سکونی میں گزرا۔

رمضان المبارک 7 ہجری

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان عمرہ نہیں کر پائے تھے اس لئے قضائے عمرہ کے لئے 7ھ میں روانگی ہوئی۔ صلح کے بعد امن کا زمانہ رہا اور ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہ پہلا رمضان المبارک ہے جو نہایت سکون کے ساتھ گزارا اور صحابہ ؓ کو روزے کی برکات اور احکام سکھائے اور 130 صحابہ ؓ کو ایک مہم کے لئے مقام میفعہ روانہ فرمایا۔

رمضان المبارک 8 ہجری

8 ہجری میں رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی حدیبیہ کا معاہدہ قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان اس کی تجدید کی کوشش کے لئے مدینہ حاضر ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے ملاقات ہی نہیں فرمائی۔ حضرت ابوسفیان کی واپسی کے بعد آپ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور تیاری کے بعد سفر کا آغاز کیا اور دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوسفیان ؓ ایمان لے آئے اور پھر نبی اکرم ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، بغیر جنگ کے مکہ فتح ہو گیا۔ یہ واقعہ 20 رمضان المبارک 8ھ کا ہے۔ 15 دن مکہ میں قیام رہا۔ گویا اوائل رمضان المبارک سے ہی مکہ روانگی ہو گئی تھی۔ یہ ماہ صیام بھی جہاد اور جنگ کی کیفیات میں بسر ہوا۔

رمضان المبارک 9 ہجری

یہ ماہ صیام سفر تبوک میں صرف ہوا۔ آپ ﷺ نے پہلے اس جنگ کی تیاری فرمائی، نفیر عام دی 30,000 کا لشکر لے کر مقام تبوک روانہ ہوئے۔ ایک ماہ جانے میں صرف ہوا، ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں قیام رہا، قیصر روم جنگ میں مقابلہ پر نہیں آیا۔ واپسی کا سفر رمضان المبارک میں ہوا، اور شوال کے اوائل میں مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ یہ ماہ صیام پورا سفر جہاد میں گزرا۔

رمضان المبارک 10 ہجری

یہ ماہ صیام جو آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے آیا آپ ﷺ نے مدینہ میں گزارا اور چونکہ 8ھ اور 9ھ کے ماہ صیام میں آپ ﷺ مدینہ میں مقیم نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف

نہیں کر سکے تھے؛اسی لئے آپ ﷺ نے پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

1۔ یہ ماہ صیام مسلمانوں کی فوجی قسم کی ایک تربیت کرتا ہےاور روحانی برکات تو جو ہیں وہ ہیں ظاہری برکات میں سے بھی ڈسپلن اور نظم وضبط کا عادی بناتا ہے اس نظم وضبط کا ہدف اور استعمال کیا ہے؟ یہ آج کا عام مسلمان اور رہنمایانِ قوم نہیں سوچتے صوفیاء کرام اپنے مریدوں کی تربیت کر رہے ہیں مگر اس تربیت کا ہدف کیا ہے؟ یہ بات بھی بتانا اور عام کرنا ضروری ہے اس تربیت کا ہدف سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہے صوفیائے کرام مصلحتاً مریدین کو یہ ہدف نہیں بتاتے کہ پھر وہ جلد یا بدیر جہاد پر جانے کا مطالبہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تربیت میدان جہاد میں بھی دی اور سفر جہاد میں بھی دی اور روزے کی برکات کا صحیح مصرف اور صحیح استعمال سکھایا۔

2۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے جن میں رمضان 2ھ جنگ بدر میں اور رمضان 3ھ جنگ احد سے قبل کی تیاری میں صرف ہو گئے' رمضان 5ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی تیاریوں میں گزرا' رمضان 6ھ غزوہ بنوالمصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا' رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اسکے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہو گیا' 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کیلئے لشکر کی روانگی قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ' 7ھ' 10ھ کے 3 ماہِ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے۔

3۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

4۔ کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اور اس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ جہاد اجاگر کرنا ہی ہو جائے تو شاید اس سے امت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔ وما ذلك على الله بعزيز

ZONIUM

صہیونیّت

قرآن مجید دنیا کی واحد متداول کتاب ہے جو صہیونیت (ZIONISM) کے انسان دشمن اور ابلیسی نظریات و منصوبہ جات کا پردہ چاک کرتی ہے اور صہیونیت کے خاتمے تک کرتی رہے گی۔ اگرچہ تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی کتابیں تھیں مگر وہ آج اپنی اصلی اتاری ہوئی صورت (متن) کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتابیں کہاں ہیں؟ اور کب؟ کیوں؟ اور کیسے؟ دنیا سے غائب ہوگئیں اس کا جواب بھی بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ ہی کے ذمے ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید آج بھی اپنے متن کے ساتھ محفوظ ہے اس لیے کہ خود خالق کائنات نے جس کا یہ کلام ہے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ان صفحات میں صہیونیت کے عنوان سے اس سلسلہ مضامین میں اب تک ہم قارئین کے لیے یہ عنوان شائع کر چکے ہیں

باب اوّل صہیونیت کیا ہے؟ (حصہ I، حصہ II)

باب دوم صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک (حصہ I، حصہ II)

باب سوم صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکار ختم نبوت ﷺ

(حصہ I، حصہ II، حصہ III، حصہ IV)

اس اشاعت میں اسی باب کا حصہ پنجم بعنوان ’’قتل انبیاء اور جھوٹے مدعیانِ نبوت‘‘ شامل ہے۔

باب چہارم صہیونیت کا منطقی انجام (آئندہ ان شاءاللہ)

(ادارہ)

صہیونیت کی قتلِ انبیائے کرام علیہم السلام کی روش اور انکارِ ختمِ نبوت

(حصہ ۷) گزشتہ سے پیوستہ

پہلے ......قتل انبیاء علیہم السلام

اور اب ......جھوٹے مدعیانِ نبوت

انجینئر مختار فاروقی

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور ان کی اُمت کہلاتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پیغمبروں کو مانتے ہیں اور آسمانی مذہب کے پیروکار ہیں یہ دونوں مذاہب عملی کوتاہیوں کے باوجود آج بھی اللہ کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے ہیں وحی کو مانتے ہیں آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔آسمانی شریعت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

مسلمان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام پیغمبروں کو برحق سمجھتے ہیں اور آخرت کو مانتے ہیں سابقہ آسمانی کتابوں کو بھی صحیح مانتے ہیں اور قرآن مجید کو آخری کتاب سمجھتے ہیں قرآن مجید میں ہدایت بھی ہے شریعت بھی ہے۔

یہودی اور عیسائی تاریخی طور پر اہل کتاب کہلاتے ہیں اور بنی اسرائیل کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے تھے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں آباد کیا تھا جب کہ حضرت اسحاق علیہ السلام چھوٹے تھے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں آباد کیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں موحّد ......توحید کا ماننے والا فرمایا ہے اور یہ کہ وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی زندگی میں جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کئی امتحانوں میں سے گزارا کہ آیا وہ واقعی ......ایک اللہ......کا ماننے والا ہے اور اسی اللہ کا حکم بھی مانتا ہے یا نہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام امتحانوں

میں بدرجۂ احسن کامیاب ہوئے اور خود ممتحن یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی عالی ہمتی، بلند حوصلہ اور استقامت کی تعریف بھی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے لئے خود 'ذبح کر دینا' بہت بڑا امتحان تھا جس خواب کو ابراہیم علیہ السلام نے سچا کر دکھایا۔

ان امتحانوں سے سرخرو ہوکر نکلنے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی انعامات سے نوازا۔ ان انعامات میں سے اہم انعام کعبۃ اللہ کی تعمیر تھی جس سے آپ علیہ السلام ''معمار حرم'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جبکہ عظمت کے اعتبار سے بلند مرتبہ انعام یہ تھا کہ اب آئندہ ''نبوت اور کتاب'' آپ کی اولاد میں مختص رہے گی (57-26)۔

آپؑ کی اولاد جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی اس میں اگلے دو ہزار سالوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں 2500 سال میں صرف حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی اور رسالت بھی۔

اہل کتاب اور بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے ایک گروہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہی صہیونیت کی شکل اختیار کر لی تھی جو پھیلتی رہی اور پھلتی پھولتی رہی یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں وہ فتنہ ''جوان'' ہوکر سامنے آ گیا۔

صہیونیت کے جرائم میں خدا بیزاری، خدا دشمنی، وحی دشمنی اور انبیاء دشمنی شامل ہیں اس پس منظر میں صہیونیت کی نفسیات کا تجزیہ کریں (جیسا کہ ہم پہلے درج کر چکے ہیں) تو ایک ہی وجہ سامنے آتی ہے کہ یہ گروہ ''من مانی'' کرنا چاہتا تھا اور اپنا مزاج ایسا بنا لیا تھا کہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی حکم یا دباؤ یا مشورہ چاہے اللہ ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو وہ قبول نہیں ہے۔

صہیونیت کی یہ سوچ تاریخ انسانی کا المیہ ہے اور مذاہب کی تاریخ کا سیاہ ترین باب کہ وہی لوگ جو انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد تھے اور اپنے آپ کو اللہ کے چہیتے کہتے تھے ـــــــ اپنے اصلی چہرے کے اعتبار سے خدا، وحی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بدترین دشمن نکلے۔

صہیونیت ایک روگ

درحقیقت صہیونیت ایک سوچ اور فکر کا نام ہے اور اس گروہ نے بہت منظّم ہوکر اُسے

ایک نظام حیات اور طرزِ زندگی کا درجہ دے دیا تھا۔اسی لئے تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں بنی اسرائیل کے ان فرزندوں پر سخت تنبیہات کی گئی ہیں اور لعنت کی گئی ہے تاریخ میں ایسے بھی کچھ مواقع آئے کہ یہ گروہ چھپ گیا اور پس پردہ چلا گیا بلکہ غائب ہو گیا تاہم یہ گروہ کبھی ختم نہیں ہوا۔

صہیونیت ـــــ ابلیس کی آلہ کار

اہل نظر جانتے ہیں کہ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی خیر وشر کی ایک جنگ ہے جو جاری ہے اور اس 'شر' کا نمائندہ ابلیس ہے اس ابلیس کا ایجنڈا مذاہب کی دنیا میں بڑا معروف ہے اور از خود واضح ہے قرآن مجید ابلیس کو انسان کا کھلا دشمن عَـدُوٌّ مُبِیۡـن کہتا ہے اور یوں ابلیس ـــــ اللہ کے ساتھ، اللہ کے نبیوں کے ساتھ، حق کے علمبرداروں کے ساتھ ایک جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔اس ابلیس کا ایجنڈا ـــــ قرآن مجید میں یوں وارد ہوا ہے

فَبِمَـا اَغۡـوَیۡتَـنِیۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَھُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمۡ مِنۡ بَیۡنِ اَیۡـدِیۡھِـمۡ وَ مِـنۡ خَـلۡـفِھِـمۡ وَ عَـنۡ اَیۡـمَـانِھِمۡ وَ عَنۡ شَمَآئِلِھِمۡ وَ لَاتَجِدُ اَکۡثَرَھُمۡ شٰکِرِیۡنَ (07 : 16-17)

''مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے۔ میں بھی تیرے سیدھے رستہ پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

اسی ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سلام علیہا کو ورغلایا اور بظاہر ہمدردی کا انداز اختیار کر کے انسان دشمنی کا ثبوت دیا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَـوَسۡـوَسَ لَھُـمَا الشَّیۡطٰنُ لِیُبۡدِیَ لَھُمَا مَا وٗرِیَ عَنۡھُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِھِمَا وَ قَـالَ مَا نَھٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنۡ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ اِلَّآ اَنۡ تَکُوۡنَا مَلَکَیۡنِ اَوۡتَکُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِیۡنَ وَ قَاسَمَھُمَا اِنِّیۡ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیۡنَ (07 : 20-21)

''تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پروردگا نے اس درخت سے صرف اس لئے

منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو۔ اوران سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیرخواہ ہوں‘‘

اور یہی ابلیس ......آج اس آدم علیہ السلام کی اولاد کو اُسی طرح ورغلانے اور بے لباس کرنے کے کام پر ـــــــ لگا ہوا ہے۔ یہی ایجنڈا ابلیسی ایجنڈا ہے اور اس ابلیس کے نمائندے (WORKERS) جنوّں میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی۔ یہ شیطانی اور ابلیسی نمائندے بڑے منظّم طریقے پر اور منصوبہ بندی سے کام کررہے ہیں۔ MBA حضرات کی ایک فوج ہے جو اس کام پر مقرر ہیں اور آج ملٹی نیشنلز کی صورت میں ابلیسی ایجنڈے کو پرکشش انداز میں ہر ممکن طریقے پر انسان کے ذہن میں اتار رہے ہیں۔ لٰہذا یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ صہیونیت اپنے وجود سے ہی ابلیس کے نمائندے اور آلۂ کار کے طور پر کام کررہی ہے اور ابلیسی ایجنڈے کو آگے بڑھارہی ہے۔

اس سے ہر معقول شخص یہ نتیجہ بآسانی نکال سکتا ہے کہ ابلیس کے آلہ کار کے طور پر صہیونیت کا مقابلہ اللہ، اس کے فرشتے، وحی، انبیاء ورسل علیہم السلام اہل ایمان اور قرآن سے ہے۔ خدا بیزاری وخدادشمنی، قتل انبیاء کرام، مسلم دشمنی اور قرآن دشمنی اس ناپاک سوچ ہی کے مظہر ہیں اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ صہیونیت دنیا میں خداپرست طبقات یعنی ’حزب اللہ‘ کے مقابلے میں حزب الشّیطان کی صورت میں موجود ہے۔

صہیونیت کا ماٹو ـــــ سیکولرازم (SECULARISM)

صہیونیت نے اپنے آپ کو چھپانے اور لوگوں کے ردّعمل کے جذبات کو مذہبی اور انتقامی رنگ سے بچانے کیلئے ایک دلکش اور دلفریب ماٹو یا CATCH WORD ایجاد کیا ہے یعنی سیکولرازم۔ صہیونیت اس سیکولرازم کے فروغ کے لئے درحقیقت اپنی تاریخ پیدائش سے ہی عمل پیرا ہے تاہم چندصدیاں بیشتر یہ لفظ تحریروں اور کتابوں میں آیا اور لوگ اس لفظ کی صحیح ہمہ گیریت اور زہریلے پن کو نہیں سمجھ سکے اور عوامی سطح پر اسی غلط فہمی کی وجہ سے پہلے اس کے مقاصد عام ہوئے اور بعد میں لوگوں کو سیکولرازم کی اصطلاح کا مفہوم سمجھ میں آیا جس کی بنا پر آج سیکولرازم کو نہ مانتے ہوئے بھی عوام وخواص کی اکثریت اس سیکولرازم کے کئی اجزا کو جزوِعمل بنائے ہوئے ہیں۔

امریکی کرنسی کے ایک ڈالر کے نوٹ پر یہ عبارت چھپی ہوئی ہے اور صدیوں سے چھپ رہی ہے: ORDO NOVO SECLORUM اور ساتھ 1776ء کا سن یعنی امریکی آزادی کا سال درج ہے۔ گویا امریکیوں نے برطانیہ سے جنگ کر کے آزادی خود حاصل نہیں کی تھی بلکہ صہیونیت نے اپنے مذموم اور ابلیسی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے اس سرزمین کو استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لئے امریکہ کی آزاد حکومت قائم کر دی گئی۔

سیکولرازم کے فروغ اور اسکے مقاصد کے حصول کے ضمن میں صہیونیت کے عالی دماغ منصوبہ سازوں نے کیا کیا مقاصد حاصل کیے ہیں۔ وہ کامیابیوں کا ایک ٹریک ریکارڈ ہے اسی سیکولرازم کا مظہر ہے کہ آج ملٹی نیشنلز کمپنیاں ایک طرف صہیونی ایجنڈے کو آگے بڑھاتی ہیں تو دوسری طرف دنیا بھر کے تعلیم یافتہ اور ELITE لوگوں کو اُلّو بنا کر انہیں کا جوتا انہیں کے سر پر مارتی ہیں یعنی ملٹی نیشنلز اپنے کاروبار مالی منفعت کے اعتبار سے بھی دنیا میں سب زیادہ منافع بخش ہیں۔ گویا صہیونی منصوبہ ساز انسانوں کا استحصال بھی کر رہے ہیں اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں اور اپنے مقاصد کو فروغ بھی دے رہے ہیں۔ گویا یہ بات صحیح ہے ع سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری اور ے

خواب سے بیدار ہوتا ہے کبھی محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

سیکولرازم کا لفظ ـــــ ڈکشنری میں

سیکولرازم ایک لحاظ سے ایک جدید لفظ ہے اور صحیح طور پر لفظ RELIGION (مذہب) کی ضد (ANTONYM) ہے ایک ڈکشنری میں سیکولرازم کا مطلب عوام کے ذہن سے مذہب کی گرفت کو کم کرنا ہے۔ گویا ایسے طور طریقے اختیار کرنا جس سے عوام الناس کے دلوں سے مذہب کی اہمیت اور گرفت ختم ہوتی چلی جائے۔

سیکولرزام انگریزی زبان کا لفظ ہے جو دو الفاظ کا مرکب ہے ایک SECULAR (سیکولر) اور دوسرا ISM (ازم) آکسفورڈ ڈکشنری میں SECULAR کے معنی ہیں "WORLDLY NOT SPIRITUAL" (دنیاوی یعنی روحانی نہ ہونا)

"NOT RELATED TO RELIGION" (مذہب سے متعلق نہ ہونا) اس کے برعکس SECULARISM کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری کے 1995 کے ایڈیشن میں کچھ یوں ہے:

"BELIEF, THAT LAWS & EDUCATION SHOULD BE BASED ON FACTS & SCIENCE ETC, RATHER THAN RELIGION"

''یہ ماننا کہ قوانین اور تعلیم کی بنیاد مذہب کی بجائے حقائق اور سائنس پر ہونی چاہیے''

یہی وجہ ہے کہ مغرب نے 1960ء کی دہائی سے بالارادہ کوشش کر کے اپنے نظام تعلیم کو VALUELESS اور MORALLESS بنا دیا ہے کہ اس نظام تعلیم سے فارغ ہونے والے طلباء کے ذہنوں میں کوئی اخلاقی قدریں (MORAL VALUES) یا ضمیر (CONSCIENCE) نام کی کوئی چیز نہ ہو بلکہ وہ بے ضمیر ہوں اور انکے اندر کا انسان مر چکا ہو، ایسے ہی انسانوں کو قرآن 'حیوان محض' کہتا ہے اور مغربی نظام ہائے تعلیم سے دو نسلیں تیار ہو کر عملی زندگی میں اپنے عہدے سنبھال چکی ہے اور اب تیسری نسل بھی عملی زندگی میں قدم رکھ رہی ہے۔

سیکولرازم کے مفہوم کو اس پس منظر میں صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہم اسی شمارے میں
ایک تحریر شائع کر رہے ہیں اُمید ہے کہ قارئین اس کو مفید مطلب پائیں گے۔ (ادارہ)

یہ ہے صہیونیت ....جس کا ماٹو (MOTTO) اور CATCH WORD سیکولرازم ہے اور اس سے بھی زیادہ عام فہم لفظ آزادی (FREDOM) ہے جس سے مراد ضمیر، اخلاق، معاشرتی اور عقلی بندھنوں سے آزاد ذہن کے حامل افراد کا مجموعہ ایک معاشرہ جس میں مذہب، اخلاق، خدا، وحی، روح، آخرت، نبوت و رسالت وغیرہ جیسے الفاظ کا کوئی گزر نہ ہو بلکہ انسان ایسے الفاظ اور اصطلاحات سے وحشت زدہ ہو یقیناً جو شخص آزاد خیال یعنی روشن خیال یا ابلیس کا شاگرد ہے اُسے ہر اس شخص سے نفرت ہوگئی جو بھی اللہ، رسول، قرآن، وحی اخلاق کی بات کرتا ہے اور اگر کوئی شخص اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نظام کے غلبے کی بات کرتا ہے تو یقیناً سیکولرازم کے نزدیک وہ شخص دہشت گرد (TERRORIST) ہی ہے اور صہیونیت کے پرستاروں کی اُس سے جنگ ہے۔ یہ جنگ ہر ایسے فرد، ادارے، فکر، نظام اور افراد کے مجموعے کے خلاف ہے جو سیکولرازم کے مخالف ذہن رکھتا ہے۔ اعاذنا باللہ من ذالک۔

غیر پختہ (IMMATURE) ذہنوں کو فکری آزادی دے دینے کے ہی وہ خوفناک نتائج ہیں جس کے خلاف آج مغربی معاشرے آواز بلند کر رہے ہیں اور تباہی کا رونا رو رہے ہیں، سچ کہا تھا علامہ اقبال نے؎ ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

آج کے مغرب کا انسان واقعی حیوان بن چکا ہے۔

صہیونیت......حضرت محمد ﷺ سے پہلے

اور صہیونیت حضرت محمد ﷺ کے بعد

صہیونیت اپنے مخصوص ذہن کے ساتھ بظاہر اپنے عزائم کو چھپا کر اور غیر محسوس طریقے پر لوگوں کو بالواسطہ ہم خیال بنا کر آگے بڑھتی رہی اور اس ابلیسی گروہ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہر وہ طریقہ استعمال کیا ہے جو ممکن ہے چاہے وہ اخلاقاً اور عقلاً کتنا ہی غلط، انسان دشمن، اخلاق دشمن اور ماحول دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

صہیونیت کے اختیار کردہ طریقے اپنی اصلیت کے اعتبار سے ہمیشہ ایک جیسے رہے ہیں اور حیرت ہے کہ تاریخ میں شاید معدودے چند افراد تو ہوں جو بنی اسرائیل کے اس گروہ میں شامل تھے مگر وہ اس گروہ کے نظریات کو خیرباد کہہ کر راہِ راست پر آ گئے مگر کوئی ایسا گروہ یا بڑا انسانی گروپ ایسا نہیں ہے جس نے اس ابلیسی گروہ سے بغاوت کر کے علیحدگی اختیار کی ہو۔ اس گروہ نے حضرت محمد ﷺ تک ایک سوچا سمجھا طریقہ کار اختیار کئے رکھا جبکہ...........حضرت محمد ﷺ کے فتح مکہ کے بعد ایک دوسرا طریقہ واردات اختیار کر لیا۔ وہ دونوں طریقے درج ذیل ہیں:

صہیونیت......حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں بری طرح پٹنے سے پہلے

اس ابلیسی گروہ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اور دنیا میں من مانی کرنے کے لئے آسمانی ہدایت وحی، خدا کے تصور اور اخلاقی تعلیمات کو اپنے راستے کے پتھر سمجھا اور یہی ابلیسیت ہے لہٰذا انہیں چیزوں کو اپنا دشمن سمجھا۔ اس پر مزید ابلیسیت کا لبادہ یہ بھی

ڈالا کہ بظاہر ہمدرد بن کر انسانوں کو گمراہ کرنے کی پالیسی اپنائی۔ مذہب کا لبادہ اور مذہب کے اندر رہ کر اپنے ہی مذہب دشمن افکار کا فروغ اس شیطانی گروہ ہی کے حصے میں آیا اور آج بھی ابلیسی پارٹی (حزب الشیطان) کے گرویدہ اور ہم خیال لوگ دنیا کے ہر کونے اور ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں جو انہیں خطوط پر کام کرتے ہیں۔ اس پالیسی کے اہم خدوخال یہ ہیں:-

انبیاء علیہم السلام کی مخالفت

اس دور میں صہیونیت کی پالیسی اپنے مزعومہ مقاصد کے مخالفین یعنی حق کے علمبرداروں کی مخالفت رہی ہے یہ مخالفت چونکہ طے شدہ تھی اور پختہ نظریے اور اعتقاد کے طور پر تھی لہٰذا یہ مخالفت کسی مصالحت، درگزر اور کسی موقع پر کسی صلح کے حق میں نہیں رہی۔

انبیاء علیہم السلام سے دشمنی

صہیونیت نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے چونکہ ہر اقدام کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا چاہے وہ اخلاقاً غلط ہو عقلاً بے بنیاد ہو یا اللہ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف ہو اُس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت کی پالیسی جلد ہی انبیاء دشمنی میں بدل گئی اور صہیونیت کی پشت پر چونکہ ابلیس سوار ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے سمجھتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے فرستادہ ہوتے تھے اور اللہ ان کی ہر حال میں حمایت کرتا تھا۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام دشمنی آگے بڑھ کر جلد ہی خدا بیزاری اور خدا دشمنی میں بدل گئی۔

اخلاق دشمنی

اسی سمت میں صہیونیت نے عرصہ گزارا تو اگلا نشان راہ اور سنگ میل بھی آ گیا دنیا بھر میں ضمیر، کردار اور اچھے رویوں کی بنیاد مذہب و اخلاق ہے لہٰذا صہیونیت جلد ہی اخلاق دشمن اور مذہب دشمن بن گئی بلکہ اخلاق دشمن ہونے میں اس قدر غلو کرتی چلی گئی کہ 'اخلاق دشمن ہونا اور صہیونیت مترادف الفاظ بن گئے اور صہیونیت بے اُصولی، بے اخلاقی، اخلاقی گراوٹ، درندگی اور بے راہ روی کی علامت بن گئی۔

قتل انبیاء علیہم السلام

دنیا میں خالق کائنات اللہ تعالیٰ ــــــــ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تو اس کی جسمانی وروحانی اوراخلاقی ضرورتوں کی فراہمی کا اہتمام کیا ہے۔رزق کی فراہمی اورفروانی اسی کی مظہر ہے۔اخلاقی سطح پر رہنمائی کے لئے بعثت انبیاء علیہم السلام اورانزالِ وحی وکتب کا سنہری سلسلہ اسی کی ایک کڑی تھی۔صہیونیت پروان چڑھ کر جوان ہوگئی ......اس کے طور طریقے شیطانی اور انسان دشمن تھے۔انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری تھا لہٰذا وہی کچھ ہوا جو اہل نظر کونظر آرہا تھا کہ صہیونیت کے علمبرداروں نے بے راہ روی کی انتہا کردی۔مذہب کے ماننے والے ہوتے ہوئے انبیاء علیہم السلام دشمنی کی راہ پر چل نکلے ــــــــ جو ابلیس کے ازلی فیصلے (کہ انسان مجھ سے بہتر نہیں) کے عین مطابق تھی۔انبیاء دشمنی بڑھتے بڑھتے قتل انبیاء علیہم السلام تک جا پہنچی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی اپنی مزعومہ آسمانی کتاب، جو عہد نامہ عتیق (OLD TESTAMENT) کہلاتا ہے، کے مطابق اس بگڑے ہوئے گروہ نے (جو ابلیس کا آلہ کار بن گیا تھا) انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل کی روش اپنا لی اور بے شمار انبیاء علیہم السلام کو قتل کردیا۔درحقیقت انبیاء کرام علیہم السلام کا قتل......ایک سادہ عمل اورصرف ایک انسان کا قتل نہ تھا بلکہ یہ ایک گھناؤنا اور انسانیت کش عمل تھا جس کے زہریلے اثرات دنیا بھر میں بتدریج پھیلتے چلے گئے۔

قتل انبیاء علیہم السلام ــــــ آسمانی بادشاہت کی سرکاری اہم شخصیات کا قتل

دنیا میں تمام ملکوں اورحکومتوں کا یہ متفقہ اصول ہے کہ حکومتیں اپنے معاملات چلانے کے لئے لوگوں کوتربیت دے کرضروری کاموں پر متعین کرتی ہیں۔ان سرکاری اہل کاروں سے توتکار،لڑائی اورسرکاری کام میں مداخلت بہت بڑے جرائم سمجھے جاتے ہیں اوراکثر سخت سزاؤں کے مستوجب قرار دیے جاتے ہیں۔پھر کسی سرکاری اہل کار کا قتل ــــــــ توایسا سنگین جرم ہے کہ اس کی سنگینی پر دوآراء ہو ہی نہیں سکتیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح آسمانی بادشاہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے سرکاری اہل کار اور ذمہ دار شخصیات ہوتی تھیں اُن کے کام میں رُکاوٹ ــــــــ کار سرکار میں

مداخلت قرار پاتی تھی چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالفین اور ان کا راستہ روکنے والے آسمانی ہدایت کے مطابق سنگین نوعیت کے مجرم ہیں۔ جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا قتل ـــــــــ یقیناً سب سے بڑا جرم ہے جو انسان سے سرزد ہوسکتا ہے اور جب کوئی شخص نفس پرستی کرتے ہوئے آسمانی ہدایت سے منہ موڑتا ہے تو شیطان اس سے اسی طرح کے سنگین جرائم کا ارتکاب کراتا ہے کہ عام حق پرست لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

صہیونیت کے پرستاروں کی ڈھٹائی

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اخلاقی حس ودیعت فرمائی ہے اور بعض اوقات برے سے برے انسان کے اندر بھی یہ حس بیدار ہوجاتی ہے اور اسے غلطی کا احساس دلاتی ہے مگر گمراہی اور ابلیس پرستی کے اگلے مراحل میں جبکہ انسان ابلیس کا معتمد ساتھی (COMRADE) اور فدائی بن جائے ـــــــــ یہ کسک توبہ کی بجائے جرم میں اضافے کے لئے ہی مہمیز کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ O وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَO (05 : 70-71)

''ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی، تو وہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی (لیکن) پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے (PERVERTED) یہ لوگ اتنے جری ہوگئے کہ قتل انبیاء جیسا جرم عام ہوگیا اور اس پر مستزاد یہ کہ احساس جرم بھی ختم ہوگیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام (جو اللہ

تعالیٰ کے فرستادہ ہوتے تھے) کو قتل کرنے کی ایسی رسم چل نکلی تو عام انسانوں میں سے راہِ حق کے مسافروں کا کیا حال ہوگا جو بھی ذرا ــــــ سر اُٹھا کر چلنے اور حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کرنے کا حوصلہ کر بیٹھیں یقیناً وہ بھی تہ تیغ کر دیے جاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ وَّ یَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ O

(03 : 21-22)

’’جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انہیں بھی مار ڈالتے ہیں، ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا)‘‘

انسانیت پر قتل انبیاء علیہم السلام کے تباہ کن اثرات

(1) قتل انبیاء دراصل سلسلہ انبیاء علیہم السلام اور کتب کو روکنے کے مترادف تھا۔ قرآن مجید میں (اور پہلی آسمانی کتابوں میں بھی) سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی کتب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ’رحمت‘ کا مظہر قرار دیا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو انسانوں کے فائدے اور جگانے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ جبکہ صہیونیت کے ہاتھوں قتل انبیاء کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں یہ ہدایت نہیں چاہیے ــــــ روکو! یہ سلسلہ۔ ایک نبی کا قتل ہونا تو اتفاقی اور منفرد واقعہ ہوسکتا ہے مگر صہیونیت کے پرستاران کمبخت لوگوں نے یہ سلسلہ صدیوں جاری رکھا اور روئے ارضی کے متمدّن علاقے مشرق وسطیٰ (یروشلم) میں اودھم مچائے رکھا۔ ایسا سفاکانہ سلسلہ کہ اسکندر، دارا اور چنگیز کی روحیں بھی کانپ جائیں۔ آخر چنگیز خان نے کسی نبی علیہ السلام کو تو قتل کرنے کا جرم نہیں کیا تھا! بقول اقبال

؎ اسکندر و دارا کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک

یہ صرف انسانی تباہی تھی جبکہ قتل انبیاء اس سے کہیں زیادہ بڑا جرم تھا۔

FORCING GOD'S HANDS (2)

صہیونیت کے خونخوار......درندوں کا یہ فعل جرم صرف انسان کی قبا چاک کرنے کا عمل نہیں تھا بلکہ یہ عمل ایک طرف انسان کی قبا اتار دینے کا عمل تھا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ULTIMATUM تھا اور مغربی اصطلاح میں "FORCING GOD'S HANDS" تھا کہ یہ سلسلہ وحی بند کرو! یہ ہمارے ابلیسی منصوبوں میں خلل ڈال رہا ہے۔ اور یہ قتل انبیاء کا سلسلہ.................دس بیس نہیں سینکڑوں انبیائے کرام علیہم السلام کے قتل تک پھیل گیا۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ اس کام کے کرنے والے ایسے ننگ انسانیت اور ننگ اخلاق لوگ تھے کہ درندے بھی ان سے پناہ مانگیں۔

اسی سلسلے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان درندوں کا انسانیت سوز سلوک اور اپنے زعم میں مصلوب کرا دینا ایسے جرائم ہیں کہ ابلیس پرستی میں شاید ہی کوئی اور گروہ انسانی دنیا میں صہیونیت کے برابر آ سکے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(3) ہدایت آسمانی کا مصنوعی خلاء

اللہ تعالیٰ کی حکمت میں تھا کہ انسانیت کی ہدایت کے لئے آسمانی ہدایت کا سلسلہ جاری رہے گا مگر صہیونیت کی قتل انبیاء علیہم السلام کی روش نے ہدایت کے باب میں ایک مصنوعی 'خلاء' پیدا کر دیا جس سے ابلیس اور ابلیسیت (صہیونیت) کو اپنے مذموم مقاصد کو آگے بڑھانے کا بھرپور موقع مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد چھ صدیوں کا ایک وقفہ دے دیا اور اس کے بعد حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ گویا 600 ق م سے لے کر 610ء تک کی بارہ صدیاں آسمانی ہدایت کی عدم موجودگی کی وجہ سے شیطانی خیالات کے فروغ کا دور بن گیا ابلیسی سوچ (سیکولر سوچ) کے سارے داعی، ملحد اور بے راہ روی کے فلسفیانہ نظریات کے سارے امام اور پیشوا اسی بے برکت دور میں ہوئے ہیں۔ (آج کا سیکولر انسان انہیں اماموں میں سے کئی اماموں کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے زیادہ درجہ دیتا ہے۔)

حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری اور اعلان ختم نبوت

حضرت محمد کی تشریف آوری پر نزول قرآن کے ذریعے نظری اور عملی سطح پر ہدایت مکمل کر دی گئی۔ صیہونیت نے آپ ﷺ کی مخالفت میں کیا کیا نہیں کیا اور ہر ممکن طریقے پر آپ کو زک پہنچانے اور نیچا دکھانے کی کوشش کی گئی اور قتل انبیاء کے جرم کی عادت کے تحت آپ ﷺ کے قتل کے بھی کئی منصوبے بنا دیے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا ہر منصوبہ نا کام بنا دیا اور ہر دفعہ صیہونیت نے منہ کی کھائی۔ حتیٰ کہ جنگ خیبر کے بعد چاروں طرف سے رسوا اور نامراد ہو کر یہ لوگ نجد، دومۃ الجندل اور عیسائی علاقوں کے علاوہ ایران وغیرہ چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر دین کو مکمل کر دیا چنانچہ ایک طرف ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ٥ (05 : 03)

''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''

اور دوسری طرف ختم نبوت کا اعلان فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (33 : 40)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں''

ختم نبوت اور اہل ایمان

☆ ختم نبوت کے ایک معنی اور مفہوم تو اہل حق کے لئے تھے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی جو اب حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہو گئی اور اب ختم نبوت کے ذریعے مزید آسمانی ہدایت اور وحی کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ قرآن مجید جیسی کتاب اب موجود ہے جو قیامت تک رہے گی۔ مزید برآں

لاتزال طائفة من امتى قائمة بامر الله، لايضرهم من خذلهم او

خالفهم حتی یاتی امر الله و هم ظاهرون علی الناس

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا جو کوئی ان کو نقصان پہنچانا چاہے یا بگاڑنا چاہے وہ ایسا نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے اور وہ لوگوں پر غالب رہیں۔'' (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

کی خوش خبری بھی سنادی گئی کہ اہل حق کا گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا چاہے حالات کیسے ہی نامساعد کیوں نہ ہو جائیں۔

اور یہ اعلان بھی رحمت خداوندی ہی کا نشان ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ لِهٰذِهِ الۡاُمَّةِ عَلٰى رَأۡسِ كُلِّ مِأَةِ سَنَةً مَنۡ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيۡنَهَا

''اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی میں ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے'' (ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

مجددین کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس اُمت کے ایک بڑے حصے کی وقفے وقفے سے اصلاح فرماتا رہے گا راہِ حق اور ہدایت کا راستہ دوبارہ ہر صدی کے بعد واضح اور نمایاں ہوتا رہے گا تا آنکہ قیامت واقع ہو جائے۔

☆ اہل ایمان کے لئے ختم نبوت کے اوّلاً یہ معنی تھے کہ انسانیت کو پہلے قدم بہ قدم ہدایت کی ضرورت تھی اور مسلسل نبی آتے رہے اب انسانیت مجموعی طور پر 'بلوغ' کو پہنچ گئی ہے اور ایک بالغ ہوشمند انسان کی طرح اُصولی ہدایت (قرآن مجید) اور اس کی عملی شرح سنت رسول ﷺ جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل میں جذب ہوگئی تھی اور انہوں نے حرز جان بھی بنالی تھی (احادیث کے جمع کرنے کا کام تو بہت بعد میں ہوا مگر سنت رسول ﷺ کی روشنی کے عملی نمونے تو خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے زمانے میں ہر وقت سینکڑوں ہزاروں موجود تھے اور عوام الناس کی نگاہوں کے سامنے تھے جنہیں دیکھ کر وہ عبادات کرتے تھے اور انہیں عملی نمونوں سے ہی انہیں عمل میں آگے بڑھنے کی مہمیز ملتی تھی) کی موجودگی میں مزید کسی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ ☆ اور ثانیاً یہ معنی تھے کہ اب دین کی دعوت واشاعت اُمت مسلمہ کے ذمے ہے اور قیامت تک آپ ﷺ کی اُمت ہی یہ فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔

گویا یہ ایک طرح کا انسانیت پر خالق کائنات کا اظہار اطمینان تھا کہ وہ اب اس ہدایت کی موجودگی میں ابلیس کے ہتھکنڈوں کا پوری طرح جواب بھی دے سکتی ہے اور آنے والے ادوار میں ہر طرح کی ترقی، تغیرات اور فروغ علم کے باوجود ہدایت کا راستہ پا سکتی ہے اور عملاً ایسا ہی ہوا۔ گویا ـــــ ختم نبوت ـــــ خلافت راشدہ کے دوران خلفائے راشدین کے مجموعی فیصلوں اور بعد ازاں درجہ بدرجہ مسلمان علماء، فقہاء اور حکمرانوں کے اجتہادات کی بالواسطہ توثیق تھی۔

اعلان ختم نبوت اور صہیونیت

ختم نبوت کا ایک مفہوم اہل ایمان کے نقطہ نظر سے تھا وہ بیان ہو چکا۔ جبکہ اس ختم نبوت کو صہیونیت نے دوسرے رُخ سے دیکھا وہ صہیونیت جو حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں پٹ کر بے حال ہو چکی تھی اور اپنے زخم چاٹ رہی تھی، اس کی جان میں جان آ گئی کہ اب محمد ﷺ کے بعد چلو کوئی نبی نہیں آئے گا گویا اگر ہم مسلمانوں، قرآن اور سنت رسول ﷺ سے نمٹ لیں تو میدان ہمارا ہے۔

تاریخ انسانی اور تاریخ انبیاء علیہم السلام کی یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب تک حضرت محمد ﷺ نے اعلانِ ختم نبوت نہیں فرمایا دنیا میں کوئی جھوٹا مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا۔

☆ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ عام انسانوں میں سے جو سیکولرازم کے قائل تھے یا خدا کو مانتے تھے مگر ایسے خدا کا تصور ان کے لئے ڈراؤنا خواب تھا کہ وہ خدا انہیں کوئی حکم بھی دے سکتا ہے اور اوامر و نواہی کے ذریعے صراط مستقیم بھی دکھا سکتا ہے۔ لہٰذا ارسطو اور اس کے ہم خیال فلاسفہ میں سے تو کسی سے ایسے دعوے کا امکان ہی خارج از بحث ہے۔

☆ صہیونیت کے پرستار اور علمبردار انبیاء علیہم السلام کو قتل کر دیتے تھے وہ آسمانی ہدایت کے دشمن تھے تاہم وہ بھی اس کی جرأت نہ کر سکے کہ اگر جھوٹا مدعی نبوت کھڑا کر دیا تو وحی کا سلسلہ جاری ہے کوئی نبی آئے گا اور ان کے راز کو فاش کر دے گا۔

☆ تاہم آپ ﷺ کے اعلان ختم نبوت کے بعد صہیونیت کے منصوبہ سازوں نے سکھ کا سانس لیا اور اپنے لئے جھوٹ اور دجالیت کا راستہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی منصوبہ بندی بھی کر لی۔ گویا ـــــ کوئی جھوٹا مدعی نبوت سامنے آئے گا تو آسمانی ہدایت کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے' اب اس ابلیسی 'نبی' کی کوئی حتمی نفی نہیں کر سکے گا۔ اہل ایمان دلائل کا راستے

اختیار کریں گے اس کا صہیونیت مختلف ہتھکنڈوں سے خوب مقابلہ کرے گی۔

صہیونیت اور جھوٹے مدعیانِ نبوت

☆ نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سامنے آ جانا——اس بات کی علامت ہے کہ صہیونیت کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے یہ راستہ اور موقع کتنا آسان، ممکن الحصول اور SHORT CUT محسوس ہوا کہ بیان سے باہر ہے اور اس ضمن میں صہیونیت کی مستعدی قابل غور ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مدینۃ النبی ﷺ میں کاتبانِ وحی کی ختم نبوت والی آیت کی تحریر کی روشنائی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ منافقین مدینہ کے ذریعے ان تک یہ اطلاع پہنچ گئی منصوبے بن گئے رابطے ہو گئے اُمیدوار بن گئے مراعات طے ہو گئیں اور جلد ہی چند جھوٹے مدعیانِ نبوت سامنے آ گئے۔

☆ صہیونیت کے زیر اثر جھوٹے مدعیانِ نبوت انہیں علاقوں سے اُٹھے جو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یہود کے زیر اثر تھے خیبر سے اوپر دومۃ الجندل کے مشرق میں جزیرۃ العرب کا مشرقی اور شمال مشرقی علاقہ۔

☆ جھوٹے مدعیان نبوت مسلمانوں کو ہی گمراہ کرنے کے لئے کھڑے کیے گئے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے ان کا ساتھ دینے والے بہت ہی کم تھے۔

☆ صہیونیت کو جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے کرنے میں اپنے مقاصد کی کامیابی نظر آئی۔ وہ انبیاء علیہم السلام اور آسمانی وحی کے دشمن تھے اور خدا بیزار بھی تھے لہٰذا ابلیس نے انہیں یہ راستہ دکھایا اس ذریعے سے وہ اپنے مطلب کے آدمی، اپنے مفاد کے مطابق تعلیمات اور عیاشی و بے راہ روی کو حلال کرنے کا ایجنڈا آگے بڑھانے میں کامیاب ہو گئے اور صہیونیت کو جھوٹے مدعیانِ نبوت اور فرضی آسمانی تعلیمات کے ذریعے 'مذہبی ذہن' کے لوگوں کو بھی دراصل صہیونی ایجنڈے پر لگانے میں آسانی پیدا ہو گئی۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت اور صہیونی ایجنڈا

تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں جتنے بھی جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوئے

ہیں ان کے دل میں ہمیشہ صہیونیت کے لئے نرم گوشہ رہا ہے۔صہیونیت نے ہی اپنے مذموم اور ابلیسی مقاصد کے حصول کے لئے ان کی سرپرستی کی ہے اور اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے ان جھوٹے لوگوں کی تعلیمات، کردار، زندگی ہی اس طرز کی تھی جو ایک صہیونی ذہن کا آدمی چاہتا ہے اُن کی تعلیمات بالآخر سیکولر تھیں، ظاہری لبادہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے مذہب کا تھا کہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچا جا سکے اور جو شخص ان کے قریب آجائے وہ درپردہ مراعات اور بے حیائی و بے راہ روی دیکھ کر کبھی واپس جانے ہی نہ پائے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت......نگاہِ رسالت ﷺ میں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں تیس دجال (یعنی دھوکے باز انسان) پیدا ہوں گے اور ہر ایک نبی ہونے کا (جھوٹا) دعویٰ کرے گا۔

لاتقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلاثین کلھم یزعم انه رسول الله (صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ)

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دجال اٹھیں گے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

جھوٹے مدعیانِ نبوت......صہیونیت کا موثر ہتھیار

گزشتہ چودہ صدیوں میں صہیونیت نے اسلام کے خلاف جو سازشیں کی ہیں ان میں سب سے نمایاں سازش جھوٹے مدعیانِ نبوت کو کھڑا کرنا ہے۔ابلیس کے فرستادہ اور منصوبہ بندی سے بنائے گئے ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے ذریعے پیغمبر اسلام، قرآن، وحی، آسمانی ہدایت اور سنت رسول ﷺ کی اہانت اور بے وقعتی کے لئے جو کام کئے گئے وہ ایک طویل تاریخ رکھتے ہیں اور اہل حق علماء نے اس کو ہمیشہ طشت ازبام کیا ہے۔عروج کے دور میں تو اسلام کے خلاف اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا جاتا رہا مگر دورِ زوال میں اہل حق علماء کی شبانہ روز کاوشوں کے باوجود صہیونیت اپنے مقاصد میں کامیابی کے مراحل طے کرتی نظر آرہی ہے۔

صہیونیت اور میڈیا

آج سے ایک صدی قبل تک شاعری، خطابت ساحری اور کتب نویسی کا دور تھا لہٰذا

صہیونیت نے اسی میدان میں اپنے مطلب کے آدمی کھڑے کئے۔ موضوع احادیث کے ذریعے فرامین رسالت کو داغدار کرنے کی وسیع کوششیں ہوئیں۔ مسلمان علماء وزعماء کی تصانیف میں اپنی طرف سے عبارات داخل کر دینا تا کہ ان کو بدنام کیا جا سکے اور اپنے شیطانی خیالات کی تائید حاصل کی جا سکے۔ یہ کام خوب کیا گیا۔

اسی طرح تصوف کے میدان میں صہیونیت نے بے شمار اپنے آدمی داخل کر کے مخلص اور خدا پرست صوفیاء کو بدنام اور رسوا بھی کیا اور نتیجہ کے طور پر عوام میں بے دینی، بے عملی، دین سے دوری پھیلتی چلی گئی جو بالواسطہ طور پر صہیونیت ہی کے مقاصد کو آگے بڑھانے اور اس کے پر چاروں (درندوں اور انسان نما شیطانوں) کے لئے نرم چارہ ثابت ہوئے۔

دورِ حاضر میں سینما کی ایجاد، ریڈیو، ٹی وی، کلر فوٹو، وی سی آر، فلمیں، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور موبائل فون کی ایجاد سے میڈیا نے بڑی اہمیت کر لی ہے اور آج صہیونیت کے ہاتھ میں یہ سب کچھ موثر ہتھیار بن گئے ہیں۔

صہیونیت اور توہین رسالت ﷺ

صہیونیت کا ایک ہتھکنڈا جو آج کے میڈیا کے دور میں عوامی سطح پر گمراہی کا سیلاب لانے کا ذریعہ بن رہا ہے اور مسلمان عوام کے ذہنوں میں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں تقدس اور احترام اور تعظیم کے جذبات کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے وہ توہین رسالت ﷺ کی مختلف کاروائیاں ہیں۔ یہ کاروائیاں ہمارے لئے تو سوہان روح ہیں ہی، صہیونیت کے چہرے سے انسان دوستی اور ہمدردی کا پردہ ہٹا کر اس کا حقیقی مکروہ ابلیسیت والا چہرہ دکھانے کا ذریعہ بھی ہیں۔

صہیونیت اور قرآن دشمنی

ابلیسیت کی آلہ کار ——— صہیونیت کے لئے اپنے مقاصد کے حصول کے ضمن میں کسی بڑے BREAK THROUGH کے راستے میں آسمانی کتاب قرآن مجید رکاوٹ ہے۔ اس شیطانی گروہ نے تورات، زبور اور انجیل تو چھپا دی تھیں مگر قرآن مجید ——— کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے کہ یہ آخری کتاب ہے۔ لہٰذا قیامت تک موجود رہے گی یہ

قرآن مجید۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس صہیونیت کے سینے کا روگ ہے اور لوگوں کو قرآن پڑھتے پڑھاتے دیکھنے سے صہیونیت کے پرستار خون کے آنسو روتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صہیونیت کے خرید کردہ کچھ اخبار، کچھ نیم مذہبی لوگ، کچھ میڈیا پر گفتگو کرنے والے قرآن کی توہین کرتے ہیں اور پرنٹ میڈیا کے لوگ ایسے واقعات کو نمک مرچ لگا کر شوق سے چھاپتے اور عام کرتے ہیں تاکہ عوام کے دل سے قرآن مجید کی عظمت نکل جائے۔

مسلمانوں کو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے سچے پیروکاروں کی طرح چوکنا اور بیدار رہنا چاہئے اور صہیونیت جیسے ازلی دشمن سے خبردار۔۔۔۔۔تاکہ ہم اس ابلیسی گروہ کے ہر منصوبے اور ہر چال کو جیسے پہلے ناکام بناتے رہے ہیں آئندہ بھی ناکام بناسکیں۔

اسلام اور سیکولرازم

ڈاکٹر عبدالسمیع
صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

اسلام میں سیکولرازم کی گنجائش ہے، نہیں ہے۔ سیکولرازم اسلام کے لئے خطرہ نہیں، اس کی اصل جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ یہ اور اس طرح کے متضاد بیانات ایک عام سوچنے والے مسلمان کو اکثر پریشان کرتے ہیں۔ آیئے قدرے تفصیل کے ساتھ اسلام اور سیکولرازم کا تجزیہ کر کے حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

اسلام: اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ''سپردگی'' (SUBMISSION) کے ہیں اور ہمارے دین کی حیثیت سے اس کا مطلب اپنے عقائد و نظریات، اپنی عبادات (ALL MODES OF WORSHIP) اور رسومات (پیدائش، شادی اور موت کے مواقع پر کرنے والے افعال) نیز اپنی معاشرت، اپنی معیشت اور اپنی سیاست تک کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت کے تابع کرنا ہے۔

دین: قرآن مجید اور فرمودات نبویہ ﷺ میں اسلام کو ایک دین یعنی طرز زندگی (WAY OF LIFE) قرار دیا گیا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ''دین'' کا لفظ درج ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے

1۔ بدلہ: جیسے سورہ الفاتحہ میں فرمایا: "مالك يوم الدين"

2۔ لین دین: جیسے سورہ البقرہ میں فعل کی شکل میں آیا: "تداینتم"

3۔ راستہ: جیسے سورہ الکافرون میں آیا: لکم دینکم ولی دین

5۔ قانون: جیسے سورۂ یوسف میں "فی دین الملک" آیا ہے۔

مذہب: ''مذہب'' کا لفظ قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوا اور میرے مطالعہ کی حد تک حدیث رسول ﷺ میں بھی یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ اگر چہ اسلامی لٹریچر میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے، مگر یہ اسلام کے لیے نہیں بلکہ فقہ اسلامی کے مختلف مسالک کے لئے آیا ہے جیسے ''مذہب مالکی، مذہب حنبلی اور مذہب حنفی'' وغیرہ (لیکن یاد رہے کہ ان مذاہب میں صرف نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ہی نہیں بلکہ معاشرت، معیشت اور ریاست کے تمام مسائل جیسے نکاح وطلاق دیوانی اور فوجداری قوانین کے علاوہ جہاد اور قتال کے جملہ مسائل بھی زیر بحث لائے گئے ہیں)۔

RELIGION: ادھر انگریزی کے لفظ "RELIGION" جس کا بالعموم ترجمہ مذہب کیا جاتا ہے' کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں کچھ یوں ہے:

> "BELIEF IN THE EXISTENCE OF A SUPER NATURAL RULING POWER, THE CREATOR AND CONTROLLER OF THE UNIVERSE, WHO HAS GIVEN MAN A SPIRITUAL NATURE, WHICH CONTINUES TO EXIST AFTER DEATH OF THE BODY; A COURSE OF ACTION OR A PRACTICE REGARDED AS THE RULING PASSION OF ONE'S LIFE. 1960"

> ''اس کائنات کو پیدا کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے والی ایک مافوق الفطرت قوت قاہرہ کی موجودگی کو تسلیم کرنا جس نے انسان کو ایک ایسا روحانی وجود بخشا ہے جو اس کی جسمانی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے؛ ایک ایسا لائحہ عمل جس کو کسی فرد کی زندگی کا فیصلہ کن جذبہ قرار دیا جاسکے۔''

آکسفورڈ ڈکشنری کے ایک بعد کے ایڈیشن میں الفاظ کچھ یوں ہیں:

"PARTICULAR SYSTEM OF FAITH AND WORSHIP"

BASED ON RELIGIUS BELIEF; CONTROLLING INFLUENCE OF ONE'S LIFE"

''مذہبی عقیدے پر مبنی عقائد و عبادات کا ایک نظام؛ کسی شخص کی زندگی کو کنٹرول کرنے والا اثر''

دلچسپ بات یہ ہے کہ "RELIGION" کی تعریف میں سے رفتہ رفتہ ''دین'' کے وسیع تر مفہوم کا نکالا جانا تو اظہر من الشمّس ہے ہی لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس کی ابتدائی تعریف میں بھی صرف ایک مافوق الفطرت ''قوۃ قاہرہ'' کو ماننے کا ذکر ہے جو ''اللہ'' بھی ہوسکتا ہے اور ایک اندھی بہری قوت "NATURE" بھی۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا "AS A PERSONIFIED BEING" اقرار تو اوّل روز سے "RELIGION" کی تعریف میں شامل نہیں ہے جبکہ اللہ ربُّ العزت کے وجود اور اس کو کائنات اور خود اپنا ''ربّ'' (LORD) ماننا اسلام کا بنیادی نظریہ ہے۔

<u>سیکولرازم</u>(SECULARISM): سیکولرازم انگریزی زبان کا لفظ ہے جو دو الفاظ کا مرکب ہے ایک SECULAR (سیکولر) اور دوسرا ISM (ازم) آکسفورڈ ڈکشنری میں SECULAR کے معنی ہیں "WORLDLY NOT SPIRITUAL" (دنیاوی یعنی روحانی نہ ہونا) "NOT RELATED TO RELIGION" (مذہب سے متعلق نہ ہونا) اس کے برعکس SECULARISM کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری کے 1995ء کے ایڈیشن میں کچھ یوں ہے:

"BELIEF, THAT LAWS & EDUCATION SHOULD BE BASED ON FACTS & SCIENCE ETC, RATHER THAN RELIGION"

''یہ ماننا کہ قوانین اور تعلیم کی بنیاد مذہب کی بجائے حقائق اور سائنس پر ہونی چاہیے''

جبکہ سائنس، حقائق صرف انہی کو مانتی ہے جن کا وجود ''حواس خمسہ'' سے محسوس کیا جاسکے یعنی آنکھ سے دکھائی دے، کان سے سنا جائے، زبان سے چکھا جائے، ناک سے سونگھا جائے یا ہاتھ سے چھوا جائے۔ یا کم از کم ان حواس کے ذریعے اس کی تصدیق ہو جیسے "ELECTROMAGNETIC WAVES" (الیکٹرومیگنیٹک ویوز) کہ ان کا وجود ٹی وی آن کر کے یا فون کال ملا کر کنفرم کیا جاسکتا ہے۔

<u>لفظ سیکولر بطور ADJECTIVE:</u>

عام استعمال میں جب لفظ ''سیکولر'' کسی اور لفظ کا سابقہ بن کر آتا ہے تو وہ SECULARISM ہی سے ADJECTIVE ہوتا ہے جیسے SECULAR WORLD (دنیا کے وہ حصے جو سیکولرازم کے نظریہ پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہیں) سیکولر نظریات، سیکولر ذہنیت اور سیکولر لوگ وغیرہ۔ سیکولرازم اور سیکولر نظریات وقتاً فوقتاً مختلف ناموں اور خوشنما عنوانات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں مثلاً اعتدال پسندی، ترقی پسندی، ENLIGHTEND MODERATION اور ان کو اسلام کا سابقہ بنا کر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مثلاً ترقی پسند اسلام (MODERATE ISLAM) وغیرہ۔ دوسری طرف دین و مذہب کے بنیادی نظریات کو شعوری طور پر ماننے والوں اور ان کی پاسداری کرنے والوں پر قدامت پسند، انتہا پسند اور بنیاد پرست کی پھبتیاں چست کی جاتی رہی ہیں۔

چرچ اور ریاست کی علیحدگی:

سیکولرازم اگرچہ بالعموم ''مذہبی اور سیاسی امور کو الگ الگ رکھنے'' کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے لیکن اس کی اصل تعریف کو سامنے رکھا جائے تو یہ اس کی ملمع کاری ہے۔ حقیقت میں سیکولرازم مذہب (RELIGION) کو سرے سے مانتا ہی نہیں کیونکہ مذہب (RELIGION) کی بنیاد ایک مافوق الفطرت طاقت کے وجود کو ماننا ہے، جبکہ سیکولرازم کسی بھی سُپر نیچرل طاقت، چیز یا ہستی کے وجود کا انکاری ہے۔ لہٰذا سیکولرازم بظاہر تو لوگوں کے مذہبی معاملات میں یہ کہہ کر مداخلت نہیں کرتا کہ RELIGION IS THE PRIVATE AFFAIR OF AN INDIVIDUAL (مذہب کسی فرد کا ذاتی معاملہ ہے) لیکن نظام تعلیم کی بنیاد "FACTS & SCIENCE" پر رکھ کر وہ نہ صرف مذہبی تعلیم کو نصاب سے خارج کر دیتا ہے بلکہ اپنے نظام تعلیم کے ذریعے سے وہ کسی کو اس قابل ہی نہیں چھوڑتا کہ وہ اللہ کو مانے۔ رہے باقی مذہبی تصورات تو وہ تو ہیں ہی ایمان باللہ کے تابع۔ نتیجتاً کوئی تو کھلے الفاظ میں اللہ کا انکار کرتا ہے اور کوئی ڈھکے چھپے الفاظ میں، کوئی ''باغی'' فخریہ انداز میں کہتا ہے "I WAS BORN WITH NO RELIGION'' اور کوئی 'دانشور' حقارت سے مذہب پر پھبتی چست کرتا ہے "RELIGION IS THE OPIUM OF THE MASSES"۔

اِسی حقیقت کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا

؎ گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہٰ اِلا اللہ

اور اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا

؎ یوں قتل سے لڑکوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اُدھر قرآن مجید اپنے ابتدائی تعارف میں یہ بات واضح کرتا ہے کہ میں ان اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہوں جو غیب (UN-SEEN) کو مانتے ہیں، دوسری طرف سیکولرازم کے وضع کردہ نظامِ تعلیم میں پڑھ کر کوئی شخص غیب(UN-SEEN) کی حقیقت کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا، لہٰذا وہ مذہبی حقائق جیسے اللہ کے وجود، آخرت کے واقع ہونے، وحی کی صداقت اور رسالت پر یقین نہیں رکھتا وہ خواہ واضح الفاظ میں ان کا انکار نہ بھی کرے نیز خاندانی روایات کی بنیاد پر مذہبی عبادات اور رسومات پر عمل پیرا بھی ہو تب بھی اس کے دل میں ان کی حقیقت مفروضوں اور ثقافتی روایات سے زیادہ نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کا اصل ''ایمان'' تو "FACTS & SCIENCE" پر ہوتا ہے اور جب اللہ کے وجود ہی کا یقین نہ ہو تو اللہ سے ''ڈرنا'' کیسا؟۔

اسلام میں اللہ پر ایمان کی اصل حقیقت:

یاد رہے کہ اللہ کی بہت سی حیثیتیں ہیں جیسے خالق (CREATOR)، الہٰ/معبود (WORTHY OF WORSHIP) اور رازق/پالنے والا اور رب/مالک ومختار (LORD)۔ اوّل الذکر تینوں حیثیتوں میں مشرکین عرب/کفار مکہ قرآن مجید کے نزول سے قبل بھی اللہ کو مانتے تھے، اگرچہ خالق اور رازق ہونے کے اعتبار سے توحید کے ساتھ اور الہٰ ہونے کے اعتبار سے شرک کے ساتھ، جبکہ مشرکین عرب/کفار مکہ اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک ومختار/رب (LORD) ماننے کو ہرگز تیار نہ تھے، اس لیے کہ ان کے سردار اور آقا اپنے لئے ''رب'' کا لفظ استعمال کرتے تھے اور اپنے غلاموں کے لئے لفظ ''عبد''۔ عربی زبان میں آقا و غلام کے لئے آج

بھی یہ دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اگرچہ قرآن مجید کے اوّلین مخاطبین یعنی قریش مکہ اللہ تعالیٰ کو توحید کے ساتھ خالق ورزاق مانتے تھے، اس کے باوجود انہیں کافر ومشرک کہا گیا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اصل تعارف اس کا ''رب'' ہونا ہے۔

(اِقۡرَاۡ بِسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ) ''پڑھ اپنے اس ''رب'' کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔

اور (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ) ''ساری حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ''رب'' ہے''۔

قریش پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کو خالق ورزاق مانتے تھے

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہ (العنکبوت:61)

''یقیناً اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے تمہارے کام میں لگایا؟ تو یقیناً کہیں گے ''اللہ ہی نے''

قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اَمَّنۡ یَّمۡلِکُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ مَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَمَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰہُ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الۡحَقُّ (یونس:31)

''ان سے پوچھو: تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے اور کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے مردہ سے زندہ کو اور کون نکالتا ہے زندہ سے مردہ کو اور کون تدبیر کرتا ہے تمام امور کی۔ تو وہ ضرور کہیں گے ''اللہ''۔ تو کہو: کیا تم پھر بھی اس سے ڈرتے نہیں۔ وہ اللہ ہی تو تمہارا حقیقی رب ہے''۔

کچھ ایسا ہی معاملہ ادھر سیکولرازم میں ہے کہ نظریاتی سطح پر اور نظام تعلیم کے ذریعے تو وہ اگرچہ اللہ کو ماننے کی ہی اجازت نہیں دیتا لیکن اپنے بنیادی نظریہ کے برعکس وہ اپنے زیر اثر لوگوں کو بظاہر اللہ کو ماننے یا نہ ماننے کی کھلی چھوٹ دیتا ہے اور اس پر بھی کوئی پابندی نہیں لگاتا کہ کوئی ایک خدا کو مانے یا دس خداؤں کو نیز مسجد، مندر یا گرجا میں، جیسے چاہے ایک یا زیادہ خداؤں کی پوجا پاٹ اور پرستش (WORSHIP) کرے۔ لیکن وہ کسی صورت لوگوں کو اللہ کو اپنا ''رب''

(LORD) ماننے اوراس سے DICTATION لینے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ سیکولرازم میں LAWS (قانون سازی) کی بنیاد صرف حقائق اور سائنس ہو سکتے ہیں، مذہب نہیں ہو سکتا۔

آزادی (FEEDOM)

سیکولرازم کا ایک نعرہ ''آزادی'' ہے لیکن غور کریں تو خود سیکولر دنیا میں ٹریفک تک کے قوانین کی پابندی کی جاتی ہے اوراس کے شہری کونسل، کاؤنٹی، ریاست اور فیڈرل سطح پر قانون کی پابندی کرتے ہیں اور اپنے ملک کے آئین کی بھی پاسداری کرتے ہیں، تو پھر یہ کیسی آزادی ہے؟ وہ دراصل ''ربُّ العالمین'' کی غلامی سے آزادی ہے۔

سیکولر ذہن اور ایمان بالآخرۃ:

سیکولرازم کی محولہ بالاتعریف کی روشنی میں ایک سیکولر ذہن کیلئے آخرت کو ماننا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ نتیجتاً موت وحیات کے اس سلسلے میں اس کے نزدیک اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، لہٰذا

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب
اور موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

مشہور سائنس دان آئن سٹائن اپنے مضمون 'WORLD, AS I SEE IT' میں کہتا ہے کہ اس کائنات کا مشاہدہ کر کے گمان ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک بڑی قوت کارفرما ہے لیکن ساتھ ہی وہ لکھتا ہے

"BUT CAN NOT CONCEIVE OF GOD WHO,
PUNISHES & REWARDS HIS CREATURES"

یاد رہے کہ قریش مکہ کی طرح آج کا سیکولر انسان حتیٰ کہ سیکولر ذہن کا مسلمان بھی نبی اکرم ﷺ کو ایک طرف سچا کہتا ہے لیکن ساتھ ہی حضور ﷺ کے اس بیان کی نفی کرتا ہے کہ 'سب انسان موت کے بعد روز قیامت دوبارہ زندہ کیے جائیں گے'۔ قریش کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کے اعلان نبوت سے پہلے آپ کو سچا مانتے تھے، لیکن بعد میں منکر ہوئے اور کچھ نے آپ کو مجنون اور کچھ دوسروں نے آسیب زدہ کہہ ڈالا۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان دانشور بھی محض مشرکین مکہ کی طرح آپ کی پاکیزہ ہستی کی قبل از نبوت زندگی کی صداقت کو مانتے ہیں یا دل وجان سے آپ کی

رسالت اور آپ کی جانب سے دی گئی خبروں کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں؟۔ مشرکین عرب کو بھی اصل اختلاف آپ کی رسالت سے تھا، کیا مسلمان دانشوروں کی بھی مت ماری گئی ہے یا وہ سیکولر خیالات کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنانا اور انہیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

سیکولر ذہنیت اور وحی

سیکولر ذہنیت کو وحی خداوندی سے تو ایک طرح کا بیر ہے۔ کسی کلام یا کسی شخص کی تقریر و تحریر کو وہ اس وقت تک اہمیت دیتے ہیں جب تک اس کی نسبت اللہ کی طرف نہ ہو۔ قریش بھی نبی اکرم ﷺ کو ایک شاعر (یعنی شعور والا/دانشور) ماننے کو تیار تھے بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی نسبت اللہ کی طرف کرنا چھوڑ دیں اور اس کو اپنی ''تخلیقی کاوش'' قرار دیں۔ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے دانشور نے علامہ اقبال کے بارے فرمایا: ''اقبال علم کا ایک سمندر تھا جو قرآن کے دریا میں غرق ہو گیا'' انا للہ و انا الیہ راجعون ؛ ظاہر ہے انہوں نے اقبال کو ابتداًء علم و دانش کا ''سمندر'' اسی وقت تسلیم کیا جب تک انھوں نے قرآن کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ اسی طرح ہمارے ''ارباب ذوق'' اور دانشور حلقوں نے دیندار اہل قلم کو کبھی گھاس نہیں ڈالی۔ اس معاملے میں راقم ان کو قصور وار نہیں ٹھہراتا۔ سیکولر نظریات کو ماننے کا یہ ایک منطقی تقاضا ہے۔

سیکولر ذہن اور اللہ کے نبیؑ:

انبیاء کرام علیہم السلام بلا شبہ انسان تھے۔ جہاں اس بات کو واضح کرنے سے کہ وہ اللہ کی مخلوق تھے اور ان کا الوہیت میں کوئی حصہ نہیں ہے، نظریہ توحید کو تقویت ملتی ہے وہیں انؑ کی 'بشریت' کا بار بار تذکرہ ان کی توہین کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح جہاں حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے بعض معجزاتی پہلوؤں کے بیان سے آپ کے مافوق البشر (SUPER HUMAN) ہونے کا گمان ہوتا ہے وہیں آپ کے اعلیٰ انسانی کردار اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ اگرچہ اپنی جگہ پسندیدہ ہے لیکن آپ کی شخصیت اور مقام کے حوالے سے صرف اسی پہلو پر زور دینا بھی لامحالہ آپ کی نبوت و رسالت کو کم از کم ''غیر اہم'' بنا دینے کی شعوری کوشش ہو سکتی ہے جیسے آج کل نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے بیان میں صرف آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہوتا ہے اور نصف گھنٹے کے ٹی وی مذاکرے میں آپؐ کی صداقت اور دیانت پر بھی بھرپور گفتگو ہوتی ہے اور آپ کے

اعلیٰ اخلاق کو بھی خوب خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ کی رسالت کو FOR GRANTED لیتے ہوئے اس کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا جاتا۔ نتیجتاً آپ کی رسالت کے مقابلے میں آپ کی بشریت ناظرین کے ذہنوں میں زیادہ اہم کرنے کی کوشش ایسے انداز میں کی جاتی ہے کہ انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ یوں نبی اکرم ﷺ اور بقیہ انبیاء کرام علیہم السلام غیر شعوری طور پر خود انبیاء کرام کو ماننے والے عام مسلمانوں کے ذہن وقلب میں عام انسانوں کی سطح پر آجاتے ہیں حالانکہ وہ ہرگز عام انسان نہیں بلکہ خاص انسان تھے نیز ان کے اور عام انسانوں کے درمیان فرق صرف کمیت کا نہیں بلکہ نوعیت کا بھی ہے۔ انبیاء کرام صرف اعلیٰ انسان ہی نہیں 'صاحب وحی' بھی تھے۔ غیر نبی انسانوں میں سے کوئی اخلاق وکردار کے اعتبار سے کتنے ہی اونچے مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو مزید براں اسے کشف بھی ہوتا ہو اور الہام بھی لیکن نہ تو وہ اللہ کا 'نبی' ہوتا ہے اور نہ اللہ کا 'رسول' اور نہ ہی اس پر وحی نبوت آتی ہے۔

ہمارے ہاں اگرچہ حضور ﷺ کے حوالے سے نور و بشر کی بحث تو بہت پرانی ہے اور اس میں بھی دونوں فریق آپ کے رسول ہونے کو بہت کم زیر بحث لاتے ہیں لیکن حال ہی میں جب سے سیکولرازم نے ننگا ناچ ناچنا شروع کیا ہے اس کا ایک نیا مظہر سامنے آیا ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں ہمیشہ سے ماہ ربیع الاول میں 'سیرت النبی' موضوع بحث رہی ہے لیکن پچھلے کچھ سالوں سے پرنٹ میڈیا کے مقالات اور الیکٹرانک میڈیا کے مذاکروں میں حضور ﷺ کی سچائی، آپ کی دیانت داری، راست بازی اور اعلیٰ اخلاق ہی زیر بحث آتے ہیں اور آپ کی پوری حیات طیبہ جو قبل ازیں ہمیشہ موضوع بحث رہی اب خارج از بحث ہوگئی ہے اور آپ کا رسول ہونا تو پہلے بھی 'FOR GRANTED' لیا جاتا ہے اور اب بھی۔ حضور ﷺ سچے، دیانت دار اور با اخلاق ہونے میں کیا شک ہے اور آپ کے ان اوصاف کا تذکرہ کس کلمہ گو مسلمان کو پسند نہ ہوگا۔ لیکن اس میں بھی کیا شک ہے کہ ہمارے ایمان کا تقاضا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول ماننا ہے، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک ''اشهد ان محمدًا عبدهٗ و رسوله'' کہہ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا نہ کہ ''اشهد ان محمدًا صادق و امين'' کہہ کر، حالانکہ ہمارے علم میں ہے کہ آپ سچے بھی تھے اور امانت دار بھی۔ یاد رہے کہ آپ کے دعویٰ نبوت سے پہلے قریش مکہ آپ کو

'صادق' اور 'امین' کے لقب سے یاد کرتے تھے لیکن آپ کو رسول مان لینے والے صحابہؓ ہمیشہ آپ کو ''یا نبی اللہ'' اور ''یا رسول اللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ سیکولر ذہن کے اس طرزِ عمل (جس میں کچھ سادہ لوح مسلمان علماء و دانشور بھی غیر شعوری طور پر شامل ہو گئے ہیں) کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ عام انسانوں کی صف میں آن کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ اگرچہ صداقت اور امانت آپ کے دو اعلیٰ اوصاف تھے، لیکن یہ اوصاف کسی درجے میں دوسروں میں بھی مل سکتے ہیں۔ آپ کی امتیازی حیثیت آپ کی شانِ رسالت ہے یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ نئی صورتحال میں یہ چیز غیر محسوس طور پر نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہے۔

مزید براں ہم بچپن سے سنتے چلے آئے تھے کہ اصل اہمیت ایمان کی ہے عمل کی نہیں۔ عمل ہمیشہ ایمان کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے سیکولرازم مسلمانوں کے ذہن کو بدلنے میں کامیاب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اخباری کالم ہوں یا ٹی وی مذاکرے یہ سب بغیر ایمان کے کردار سازی کی کوشش میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں اور خود مسلمان دانشور بھی مسلمانوں کی 'ہیرا پھیریوں' کے تذکرے نفرت بھرے الفاظ میں اور کفار کی 'راست بازیوں' کا ذکر تعریفی لہجے میں اپنی دیانت داری کا تقاضا سمجھ کر کرتے ہیں اور مغرب پلٹ مسلمانوں کی زبان پر یہ الفاظ 'ان مسلمانوں سے تو وہ کافر اچھے' اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اب ہمارے دل میں ایمان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی 'انا للہ و انا الیہ راجعون'۔ حالانکہ حضور ﷺ پر ہمارے ایمان اور آپ سے ہماری وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول نہ ماننے والوں کو آپ کے ماننے والوں سے کسی صورت بہتر نہ سمجھیں۔ جیسے ریاضی میں بڑی سے بڑی رقم صفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح بڑے سے بڑا عمل اور بڑی سے بڑی انسانی خدمت کفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جاتی ہے۔ اسی اصول کی کارفرمائی سے جس طرح کسی ملک کا بڑے سے بڑا شخص بھی اگر بغاوت کا مرتکب ہو تو وہ سخت ترین سزا کا مستحق قرار پاتا اور اس کی تمام تر قومی، سماجی اور ملی خدمات اس کو سزا سے نہیں بچا سکتیں، اسی طرح اللہ کے بھیجے ہوئے اس کے نمائندے یعنی رسول کو ''اللہ کا رسول'' نہ ماننا کھلی بغاوت ہے جس کے ارتکاب سے آدمی کے تمام اچھے کام بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ کفر محض ''اللہ کے انکار'' کا نام نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کے انکار کا نام بھی ہے اس

لئے کہ مکہ کے کافر بھی اللہ کو خالق اور محمد بن عبداللہ ﷺ کو 'سچا' اور 'امین' مانتے تھے۔ لیکن آپ کی رسالت کے منکر تھے۔ مسلمانوں کو ٹھنڈے دل سے اس بات کو سمجھنا چاہیے اور پھر جرأت کے ساتھ اسے کہنا چاہیے۔ اس وقت سیکولر دنیا کی خواہش ہے کہ مسلمان ''ایمان بالرسالت'' کو بنیاد بنا کر انہیں کافر نہ سمجھیں اور وہ اس میں کامیاب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ مغرب میں بسنے والے بہت سے مسلمان یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو مولویوں نے 'کافر' بنا دیا ہے حالانکہ وہ تو اہل کتاب ہیں، اللہ، آخرت، تقدیر، رسالت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں کو مانتے ہیں جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو واضح الفاظ میں 'کافر' خود قرآن مجید نے کہا ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (البینہ) (بیشک کافر خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے)۔

اس کے برعکس اہل مغرب خود مسلمانوں کو ان کے حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان کے ساتھ نتھی کر کے دیکھتے ہیں اور اس سبب سے ان سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس کی دو مثالیں شاید مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہوں۔ بوسنیا کے لوگ یورپین تھے، ان کا رنگ بھی گورا تھا اور ان کا رہن سہن ہرگز اسلامی نہ تھا، صرف نام مسلمانوں جیسے تھے، وہ خود کو مسلمان کہتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے تھے اور صرف اس ایمان کی جو سزا انہیں 'امن پسند' اور 'آزادی کی علمبردار' سیکولر دنیا نے دی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ دوسری طرف ترکوں نے سیکولرازم کو آئینی، قومی، سیاسی، فوجی، سول اور ہر سطح پر دستورِ عمل مان لیا۔ خود یورپ سے بڑھ کر خود کو سیکولر ثابت کر کے دکھا دیا، لیکن انہیں یورپی یونین کی رکنیت نہیں دی گئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کاش: مسلمان ہوش میں آئیں اور نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مان لینے کے باوجود ان کا انکار کرنیوالوں کیلئے اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کر کے نبی آخرالزمان ﷺ سے بے وفائی نہ کریں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(ماخوذ از ہفت روزہ ندائے خلافت، شمارہ 45، نومبر 2008ء)

ع ہاتھ ہے ابلیس کا بندۂ فاجر کا ہاتھ

’حزبُ الشّیطان‘
ایک حدیث مبارکہ کی روشنی میں

انجینئر مختار فاروقی

علامہ اقبال کا مشہور مصرعہ ہے ع ’ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مؤمن کا ہاتھ‘ مکمل شعر یہ ہے

ے ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
کارکشا، کارساز، کارآفریں

یہ مضمون ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے اور اہل علم خوب جانتے ہیں۔ اہل اللہ اور اہل تصوف کے ہاں اس مضمون کا بڑا چرچا ہے۔ تاہم عام مسلمانوں کے لئے بھی یہ مضمون کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اس سے جذبۂ عمل بڑھتا ہے تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے اللہ کے دین کا جھنڈا اُٹھانے کی آرزو اور اُمنگ پیدا ہوتی ہے اور روحانی ترفع حاصل ہوتا ہے۔

ایک بندۂ ناچیز ہے کیا؟ عام انسان گوشت سے بنا ہوا، غلطیوں اور کوتاہیوں کا مجموعہ، جذبات کا غلام۔ مگر جس وقت اس انسان میں اخلاق، کردار، معرفت ذات اور معرفت نفس پیدا ہو جاتی ہے، انسان اپنی حدود میں رہتے ہوئے خداشناسی کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے۔ پھر انسان .... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق حضرت محمد ﷺ کی اطاعت و فرمان برداری کو اپنا شعار بنالیتا ہے، قرآن مجید اور جہاد کو اپنی زندگی کا مطمع نظر اور لائحہ عمل ٹھہرا لیتا ہے اس وقت اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور ’خالق‘ اپنی ایسی ’شاندار تخلیق‘ پر فخر کرتا ہے۔

حکمت کا جو خزانہ آپ ﷺ نے ہمیں دیا ہے اس کا ایک قیمتی گوہر یہ حدیث بھی ہے جس میں ایسے خوش نصیب اشخاص کا ذکر ہے جو اللہ کا ہاتھ بن جاتے ہیں اور اللہ ان کا ہاتھ بن جاتا

ہے۔ گویا حقیقی طور پر بندۂ مومن دو درجوں میں ہوتا ہے: اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندۂ مؤمن کو اپنا ہاتھ قرار دے لے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ بندہ کے لئے اللہ اس کا ہاتھ بن جائے۔
فرمان رسالت ﷺ کا متن یہ ہے:

قال رسول الله ﷺ :انَّ اللّٰهِ تَعَالٰی قال: مَنْ عَادٰی لِیُ وَلِیًّا فَقَدُ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرُبِ، وَ مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبُدِیُ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضُتُ عَلَیُهِ وَ لَایَزَالُ عَبُدِیُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمُعَهُ الَّذِیُ یَسُمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیُ یُبُصِرُبِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیُ یَبُطِشُ بِهَا وَ رِجُلَهُ الَّتِیُ یَمُشِیُ بِهَا، وَ لَئِنُ سَأَلَنِیُ لَاُعُطِیَنَّهٗ و لَئِنِ اسُتَعَاذَنِیُ لَاُعِیُذَنَّهٗ (البخاری عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’جو شخص میرے کسی ولی (ہر ایسا بندہ مؤمن جو حق کا علمبردار ہے) سے عداوت رکھے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ میرے فرض کردہ اُمور کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے میرے زیادہ قریب نہیں آ سکتا۔ میرا بندہ (فرائض یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے علاوہ) نفلی عبادات کے ذریعے (بھی) میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔‘‘

یہاں سے تقرب الٰہی کے دو درجے ظاہر ہوتے ہیں ایک ہے تقرب بالفرائض اور دوسرا ہے تقرب بالنوافل۔ تقرب بالفرائض اعلیٰ درجہ ہے اور اسی کا ذکر سورۃ الانفال کی اس آیت میں ہے:

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی O (8 : 17)

’’وہ (ریت کی مٹھی) جو آپ نے پھینکی تھی وہ (ریت کی مٹھی) آپ نے نہیں پھینکی تھی

بلکہ (وہ ریت کی مٹھی) اللہ نے پھینکی تھی۔''

یعنی سیدنا حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے وہ کام لیا جو اللہ تعالیٰ کرنا چاہتا تھا گویا اس وقت آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تھا۔

ہر مسلمان جو فرائض دینی از قسم عبادات، حلال پر قناعت، حرام کاموں سے اجتناب (غلطی ہو جائے تو جلدی توبہ) دعوت دین، جہاد بالقلب، جہاد باللسان اور جہاد بالید کا اہتمام کرتا ہے (جو کم از کم ارادہ اور آرزو رکھتا ہے وہ بھی کمزور درجے میں بندۂ مومن ہے) وہ تقرب بالفرائض کے راستے پر گامزن ہے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اسی تقرب بالفرائض کے راستے پر گامزن رہے۔ اسی طرح اللہ کے دین کے غلبے یعنی خلافت راشدہ کے قیام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک کے بارے میں غور کریں جب اللہ کا دین غالب ہے، اس کے اہل کار اور ناگریز تعداد میں مجاہدین جہاد کے لئے محاذوں پر موجود ہیں عام آدمی کے لئے تقرب بالنوافل کا درجہ موجود ہے۔

اہل ایمان کو قرآن مجید میں 'مقربین بارگاہ' یا 'ابرار' کہا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں سورۂ انفطار (82) میں اللہ کے نافرمانوں کو 'فجّار' کہا گیا ہے۔ عربی محاورہ ہے "تعرف الاشیاء باضدادھا" یعنی اشیا کی پہچان ان کی ضد اور مقابل کی چیز سے ہوتی ہے یعنی 'دن' کی حقیقت اور اہمیت 'رات' سے ہوتی ہے، سردی کی گرمی سے وغیرہ۔ اسی طرح 'ابرار' کے مقابلے میں 'فجّار' کا معاملہ ہے۔ فجّار کون ہیں؟ ابرار کی ضد اور مخالفین۔ قرآن پاک میں نیک لوگوں کی جماعت کو 'حزب اللہ' کہا گیا ہے اور 'فجّار' کی جماعت اور اہل حق کی مخالف جماعت کو 'حزب الشیطان' کہا گیا ہے۔ 'حزب اللہ' کی پہچان اسی لئے اوپر درج کی ہے تاکہ اس حزب اللہ کے مخالف 'حزب الشیطان' کے ممبران 'فجّار' کی پہچان کرنے میں آسانی ہو۔

'ابرار' اگر راہِ حق میں دولت اخلاص کے ساتھ فرائض کا اہتمام کر کے اللہ کا ہاتھ بن جاتے ہیں تو 'فجار' حق کی مخالفت میں آگے بڑھ کر شیطان یعنی ابلیس کی پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں یہی لوگ حزب الشیطان کہلاتے ہیں۔ اسی حزب الشیطان میں سے بھی کچھ نمایاں اور فعال لوگ پھر شیطان کے خاص لوگ بن جاتے ہیں اور اعلیٰ و ادنیٰ سب حق کی مخالفت میں جُت جاتے ہیں۔

عام فجار کے لئے شیطان......ان کا ہاتھ بن جاتا ہے اور جو شیاطین میں سے زیادہ وفاداری کا دم بھرتے ہیں وہ اس ابلیس کا ہاتھ بن جاتے ہیں ان ننگ انسانیت انسانوں کے ہاتھوں سے وہ کام سرزد ہوتے اور پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں جو شیطان کا منصوبہ اور "JOBS TO DO" کی فہرست میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ لوگوں کا ذکر درج ذیل حدیث پاک میں آیا ہے:

قال رسول الله ﷺ : لَنْ يَّزَالَ الْعَبْدُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِذَا شَرِبَهَا خَرَقَ اللّٰهُ عَنْهُ سِتْرَهٗ وَ كَانَ الشَّيْطَانُ وَلِيَّهٗ وَ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ رِجْلَهٗ، يَسُوْقُهٗ اِلٰى كُلِّ شَرٍّ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ كُلِّ خَيْرٍ

(رواه طبرانی عن قتادة بن عیاش)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ اس وقت تک اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک شراب نہ پیئے، جب وہ شراب پی لیتا ہے اللہ اس کے پردہ کو پھاڑ دیتا ہے اور شیطان اس کا دوست بن جاتا ہے اور اس کا کان، آنکھ اور پاؤں بن جاتا ہے اس کو ہر برائی کی طرف ہانکتا ہے اور ہر اچھائی سے ہٹا دیتا ہے۔''

گویا کچھ لوگ ابلیس کی کاز (CAUSE) کے لئے اتنے سرگرم ہوتے ہیں کہ ابلیس سے بڑھ کر وہ کام کرتے ہیں۔ ابلیس کے کارندے ''من الجنة والناس'' ہوتے ہی ہیں۔ جنوں میں سے کون سے ہیں یہ ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں ہے، انسانوں میں سے بعض ہمارے معاشرے میں موجود ہوتے ہیں اور ہر صاحب ایمان کا ان سے سابقہ رہتا ہے۔

ان دونوں جماعتوں کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے اللہ کے دوست اپنی ڈگر پر چلتے رہتے ہیں اور خوب سے خوب تر میں آگے بڑھتے رہتے ہیں اور شیطان کے غلام اپنے اختیار کردہ راستے پر رواں دواں رہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيَآئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (2 : 257)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ وہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال

کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں''

علامہ اقبال نے آخری عمر میں زندگی بھر کے مطالعے اور مشاہدے کا نچوڑ ایک فرضی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' 1936ء میں لکھی تھی۔ اس میں اُنہوں نے مسلمانوں کو اس وقت کی مغربی دنیا کے عمائدین کی حیثیت ابلیس کی عالمی مجلس مشاورت کے ارکان کی سی بتائی ہے۔ وہی صورت حال آج پون صدی بعد بھی جاری ہے۔ دیکھنے والی نظر چاہیے اور سمجھنے والا دل۔ مسئلہ زیادہ پیچیدہ نہیں ہے۔ آج کے عالمی منظر (SCENARIO) میں بھی حزب الشیطان اور اس کے گماشتے سرگرم عمل ہیں اور اہل حق کے کارکنان بھی میدان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ

''جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لیے اس میں نصیحت ہے''(37:50)

اللہ تعالیٰ ہمیں حزب اللہ اور حزب الشیطان کی پہچان عطا کرے اور ہر مسلمان کو حزب الشیطان کے پھندوں سے بچ کر قرآن مجید کی اصطلاح 'حزب اللہ' یعنی اللہ کی کاز (CAUSE) کیلئے سرگرم رہنے والے اہل حق کے گروہ میں شامل فرمائے رکھے۔ آمین۔ یقیناً اہل حق اور حزب اللہ، اللہ کے ہاتھ میں شمشیر کی صورت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسے وہ کام لیتا ہے جو اس کی مشیت میں ہوتا ہے

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے ہر زماں جو اپنے عمل کا احتساب

جبکہ لبرل ازم، سیکولرازم کے قائل خدا بیزار اور خدا ناشناس لوگ شیطان کے زیر اثر ہوتے ہیں وہ انہیں استعمال کرتا ہے۔ یہی حزب الشیطان ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے اوقات، مصروفیات طرز عمل اور طرز زندگی سے اللہ کی کاز (CAUSE) کو تقویت مل رہی ہے یا خدانخواستہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کی حمایت اور حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان لعین اور اس کے راستے اور اس کی چالوں اور ہتھکنڈوں سے بچالے۔ آمین۔ اللھم انی اعوذ بك من همزات الشیاطین و اعوذبك رب ان یحضرون______________

اہلِ مذہب کا نظریۂ ضرورت

محمد نذیر یٰسین

مذہب کو انسانی زندگی میں ہمیشہ سے نہ صرف بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے بلکہ یہ انسان کے لئے ایک اہم ترین قوتِ محرّکہ کا حامل بھی رہا ہے۔ مذہب کی اس مضبوط قوتِ محرکہ کو اکثر اوقات مکار و عیار لوگ، دوسرے انسانوں کے استحصال اور اپنے ناجائز مفادات اور اغراض و مقاصد کے حصول کا اہم ترین ذریعہ بھی بناتے رہے ہیں۔

مذہب کا تعلق بنیادی طور پر تصور وجودِ باری تعالیٰ سے ہے یعنی مذہب ہوتا ہی وہ ہے جس میں کسی خدا کا تصور پایا جاتا ہو۔ از روئے قرآن ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت ہر انسان کے اندر پیدائشی طور پر ودیعت کر رکھی ہے؛ لہٰذا دنیا کا ہر انسان (چند فیصد کے سوا) وجودِ باری تعالیٰ پر یقین رکھتا اور کسی نہ کسی مذہب کی پیروی لازماً کرتا ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انسان دو اشیا یعنی مادے اور روح کا مرکب ہے اور ان دونوں کی اپنی اپنی جداگانہ ضروریات و حاجات ہیں۔ انسان کے مادی وجود کی تسکین، بقا اور نشو و نما کے لئے اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کی غذائیں پیدا کر رکھی ہیں تو اُس کے روحانی وجود کی تسکین، تشفی اور ترفع کے لئے نعمت ہدایت کا ایک مکمل سلسلہ بھی قائم کر رکھا ہے۔

نعمت ہدایت کا یہ سلسلہ نظامِ الہام یا نظام وحی کہلاتا ہے اور الہام یا وحی سے مراد اللہ کا وہ پیغام ہے جو وہ اپنے منتخب کردہ بندوں (جو انبیاء و رُسل کہلاتے ہیں) کو بذریعہ جبرائیلؑ بھیجتا ہے یا پھر براہ راست اُن کے دلوں میں القا کرتا ہے۔ انبیاء و رُسل اس پیغام کو نہ صرف کما حقہ وصول

کرتے ہیں بلکہ اس پرعمل کر کے بھی دکھلا دیتے ہیں۔

اللہ کا براہ راست پیغام بصورتِ کتب وصحائف اور انبیاء ورُسل کا ان کے مطابق اختیار کردہ عمل، یہ دونوں باہم مل کر ایک ایسا 'نمونۂ فکروعمل' بنتے ہیں جس میں نہ صرف بنی نوع انسان کی دنیوی واخروی فوز وفلاح کا سامان ہوتا ہے بلکہ اللہ رب العزت کی منشا ورضا بھی مضمر ہوتی ہے۔لیکن مرورِزمانہ کے ساتھ دین اللہ کی حقیقی منشا اورغرض وغایت لوگوں کے ذہنوں سے محو ہوجاتی ہے یا کردی جاتی ہے جس کی بنا پر دین اللہ کا 'حقیقی نمونۂ فکروعمل' مسخ ومجروح ہوتا چلا جاتا ہے۔اس بگاڑ وفساد کے بے شمار عوامل بیان کیے جاسکتے ہیں تاہم دین اللہ کے اس بگاڑ میں تین اہم طبقات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں جو اپنے مخصوص مفادات اوراغراض ومقاصد کے لئے مذہب کا استعمال کرتے ہیں۔

نامور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بقول، فاسق حکمران، نام نہاد درویش اور علمائے سوء، یہ تین طبقات دین اللہ میں تحریف اورفساد کے بنیادی ذمہ داروں میں سے ہیں۔ تاریخی حقائق آپؒ کے اس قول کی مکمل تصدیق کرتے ہیں کہ تاریخ عالم ہو یا تاریخ اسلام، تین کرداروں کی اس مثلث کا کردار بہت اہم رہا ہے اوراکثر اوقات ان تینوں کرداروں کے مابین، اعلانیہ یاغیراعلانیہ مفاہمت بھی دکھائی دیتی ہے۔کسی بھی معاشرے کے ان تین اہم ترین ستونوں میں سے اول الذکر کی حیثیت قوم کے سیاسی نمائندہ کی ہوتی ہے تو ثانی الذکر کومعاشرے میں پائے جانے والے عابد، زاہداورمتقی افراد کا نمائندہ قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ ثالث الذکر مروّجہ دینی علوم و ریاستی قوانین کا نمائندہ قرار پاتا ہے۔خیرالقرون میں ان تین طبقات کے مابین یکجائی اورہم آہنگی کی ایک کیفیت تھی یا پھراُن کے مابین اس قدر بُعد وتفاوت نہیں تھا جیسا کہ بعدازاں کی تاریخ میں دیکھنے کوملتا ہے۔کبارِصحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ تینوں خصوصیات بیک وقت موجود تھیں یعنی اُن میں سیاسی اہلیت، زہدوتقویٰ اور دینی و دنیوی علوم سے واقفیت کا ایک نہایت حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جامع صفات کی حامل (یعنی آل راؤنڈ کارکردگی دکھانے والی) شخصیات اللہ کو پیاری ہوگئیں اگرچہ بعد کی تاریخ میں ایسی عظیم شخصیات کبھی کبھار دیکھنے کو ضرورملتی رہیں۔

اسلام منصبِ خلافت کے لئے اہلیتِ حکمرانی، تقویٰ اور علم کے علاوہ اس منصب پر فائز ہونے کے لئے مناسب مشاورت کی تعلیم بھی دیتا ہے مگر خلافت کے ملوکیت میں تبدیل ہونے سے نہ صرف اسلام کا نظام مشاورت ختم ہو کر رہ گیا بلکہ مملکت کی زمامِ کار بھی نا اہل، دینی علوم سے نابلد اور غیر متقی افراد کے ہاتھوں میں آتی چلی گئی۔

یہی وہ وقت تھا جب معاشرے کے ان تین اہم کرداروں یا طبقات کے مابین باقاعدہ تفریق و علیحدگی پیدا ہوئی اور انہوں نے تین جداگانہ اداروں و علامتوں کی صورت اختیار کر لی۔ زمینی حقائق کے تناظر میں یہ تقسیم فطری اور لازم بھی تھی۔ ظاہر ہے کہ علم دین سے ناواقفیت اور تقویٰ کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترنے کی بنا پر حکمرانوں کا دائرہ اختیار صرف سیاسی اُمور تک محدود ہو گیا تھا اگرچہ اُنہیں مملکت کے تمام اُمور پر فیصلہ کن بالادستی حاصل تھی۔ فقہی امور اور دین کے ظاہری معاملات پر چونکہ علماء کو عبور حاصل تھا لہٰذا ریاست کا عدالتی نظام چلانے کی ذمہ داری طبقہ علماء کے کندھوں پر آن پڑی تھی لہٰذا بطور مصلحت اُنہیں امور مملکت سنبھالنے پڑے اور یہیں سے اہل مذہب کے 'نظریہ ضرورت' کی ابتدا ہوئی جو بعد ازاں رفتہ رفتہ کہیں 'عافیت پسندی' اور کہیں 'مفاد پرستی' کی صورتوں میں ڈھلتا چلا گیا۔ سرکاری ذمہ داریاں قبول کرنے والوں کا موقف تھا کہ اگر علماء صلحاء ریاستی اُمور کو نہ سنبھالیں گے تو پورے نظام مملکت پر نااہل اور فاسق و فاجر لوگوں کا غلبہ ہو جائے گا جس کا نتیجہ لامحالہ دین و شریعت کے مکمل زوال پر منتج ہو گا۔

دوسری طرف ریاستی اُمور سے خود کو علیحدہ رکھنے والوں نے لوگوں کو سیاست اور سیاسی اُمور سے نفرت کا پیغام دیا اور زُہد و تقویٰ میں نام پیدا کیا اور اس طرح اُن کا الگ طبقہ وجود میں آ گیا۔ نہ صرف تصوف و روحانیت کے کئی سلاسل وجود میں آئے بلکہ زُہد و تقویٰ کے خود ساختہ معیارات بھی قائم ہوئے حتیٰ کہ درویشی نے ایک پیشہ کی صورت بھی اختیار کر لی۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے صحیح تر نقطہ نظر کون سا ہے؟ انبیاء و رُسل اور تاریخ کی دیگر صاحبِ عزیمت ہستیوں کی سوانح ہائے حیات کے مطالعہ سے تو............ اول الذکر نقطہ نظر کی ہی توثیق ہوتی ہے کہ یہ سب لوگ فی زمانہ مروج، غیر اسلامی نظام حکومت کا حصہ نہیں بنا کرتے تھے۔ تاہم ایک غیر اسلامی نظام حکومت میں شمولیت کو دیگر آثار و قرائن

(مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ مصر کی وزارت قبول کرنا اور دربارِ فرعون میں ایک مردِ مومن کی موجودگی وغیرہ) کی روشنی میں حرامِ مطلق بھی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ایک شرط کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے سرکاری حکم وضابطے کی پیروی نہ کی جائے گی جو خلافِ شریعت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ دورِ ملوکیت میں (جب مملکت کے بیشتر قوانین، احکامِ شریعت پر مبنی ہوا کرتے تھے) تو اس شرط پر عمل درآمد کا حق کسی نہ کسی درجے میں ادا ہو جاتا تھا مگر موجودہ دور میں ایسا ممکن نہیں کہ ہمارے اوپر انگریز کا چھوڑا ہوا نظامِ حکومت مسلط ہے جسے اسلامی ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں کسی غیر اسلامی نظام حکومت میں شمولیت کا جواز کسی وقتی مصلحت یا حکمت عملی کے تحت تو ہو سکتا ہے مگر اسے مطلق اور غیر معینہ عرصہ کے لئے حلال بنا لینے کو صرف مفاد پرستی کا نام ہی دیا جا سکتا ہے۔ اسی مفاد پرستی کے بے شمار مظاہر تاریخ میں دیکھنے کو ملتے ہیں جب علمائے سوء، اپنے مفادات کے حصول اور ظالم و فاسق حکمرانوں کے تقرب کی خاطر دین کی حقیقی تعلیمات کو مسخ و مجروح کرنے کے مرتکب ہوتے رہے۔

دورِ حاضر میں اس کی ایک نمایاں مثال طبقہ علماء کی طرف سے جمہوریت کو اسلام کا لبادہ پہنانا ہے درآں حالانکہ اس مروّجہ جمہوریت کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔

اسلام ہمیں اہلیت اور تقویٰ کی بنا پر حقِ حکمرانی تفویض کرنے کا درس دیتا ہے اور اس کے لئے صائب الرائے لوگوں سے مشاورت کا تقاضا کرتا ہے مگر خود ہماری دینی جماعتیں اس نظام کو اپنانے اور نافذ کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اس کے برعکس وہ اس مروّجہ جمہوری نظام کا حصہ بن کر اسے مسلسل تقویت و جواز فراہم کرتی چلی جا رہی ہیں۔ خدا جانے یہ عالمی سامراج کا خوف ہے یا جمہوریت پرست طبقے کی ملامت کا ڈر یا پھر اس نظام سے وابستہ اُن کے مفادات، جو اُنہیں اس مروّجہ جمہوری نظام کا ابطال کرنے سے روک رہا ہے۔

حد تو یہ ہے کہ جب بھی کوئی جماعت اس نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی کوشش کرتی ہے، یہ اہلِ مذہب اُس کے مؤید و انصار بننے کی بجائے مختلف حیلوں بہانوں اور اپنے نام نہاد تحفظات و خدشات کے اظہار کے ذریعے اُس کی راہ میں مزاحم ہو جاتے ہیں۔ بذاتِ خود یہ

لوگ اسلامی انقلاب کے نعرے لگاتے ہوئے تھکتے ہیں اور نہ ہی دین و مذہب کے حقیقی ٹھیکیدار بننے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔اس نظام کا حصہ رہتے ہوئے اوراس سے متمتع ہوتے ہوئے، نفاذِ اسلام کے نعروں اور وعدوں کی حقیقت بالکل وہی ہے جو ایم کیوایم کے انقلاب اور قومی مفادات کے تحفظ کے نعروں اوردعووں کی ہے۔یہ ایک حیرت انگیز مماثلت ہے کہ ایم کیوایم پر اسٹیبلشمنٹ کی پروردہ جماعت ہونے کا الزام ہے تو ہماری اکثر و بیشتر دینی جماعتوں پر اسٹیبلشمنٹ نوازی کا۔اسٹیبلشمنٹ سے مراد بالعموم ملٹری اسٹیبلشمنٹ ہوا کرتی ہے کہ ہمارے ملک پر زیادہ تر بالواسطہ یا بلاواسطہ فوج ہی حکومت کرتی رہی ہے۔افواجِ پاکستان اور بعض بااثر دینی حلقوں کے تعلقات اوران کا باہمی تعاون، ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی احمق ہی کرسکتا ہے۔اس باہمی تعاون وتعلقات کی بنا پر ہی ہمارے لبرل دانشور 'مُلا ملٹری الائنس' کو ہدفِ تنقید بناتے رہتے ہیں۔یہ درست ہے کہ اُن کے یہ باہمی روابط، کچھ باہمی ضروریات ومصالح کی پیداوار ہیں مثلاً سوشلزم کے خلاف کامیابی سے لڑی جانے والی جنگ، مسئلۂ کشمیر کی موجودگی، پاک فوج کی طرف سے افغانستان میں تزویراتی گہرائی کے حصول کی کوششیں اور پاک فوج کا مجاہدین کواپنے لئے ایک کارآمد جنگی اثاثہ سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

درج بالا ضروریات ومصالح پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ درحقیقت ہماری اسٹیبلشمنٹ کی اپنی کمزوریاں یا ضروریات ہیں مگران کی قیمت ہماری دینی قوتیں ادا کرتی رہی ہیں۔اس کے بدلے میں ہماری دینی قوتیں جو کچھ حاصل کرتی رہی ہیں، اس کی حقیقت بقول مرحوم ضیاءالحق مونگ پھلی کے دانوں کی سی ہے درآں حالانکہ وہ اس سے کہیں زیادہ قیمت وصول کرسکتی تھیں۔اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ تعاون کے بدلے میں وہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے حوالہ سے اچھی خاصی پیشرفت کرسکتی تھیں مگر یہاں تو ترقی معکوس کا عمل جاری ہے۔

درحقیقت ہماری دینی قوتوں نے خودکو اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں اُتنی ہی حقیر قیمت پر بیچا ہے جس قدر ہماری اسٹیبلشمنٹ نے پاکستان کے قومی مفادات کوامریکا کے ہاتھوں فروخت کررکھا ہے۔جس طرح ہماری اسٹیبلشمنٹ اکثر اوقات امریکیوں کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہتی ہے اور بعض اوقات امریکیوں کو بلیک میل کرنے میں بھی کامیاب ہوجایا کرتی ہے، اُسی طرح (ان الفاظ

پر پیشگی معذرت خواہ ہوں) ہماری بعض دینی قوتیں بھی اسٹیبلشمنٹ اور سیاستدانوں پر دباؤ ڈال کر اپنے کام نکلواتی رہی ہیں۔

کاش وہ اپنا سارا دباؤ، سارا اثر و رسوخ اور ساری توانائیاں نفاذِ اسلام اور ملک کو امریکی غلامی سے نکالنے کے لئے استعمال کرتیں تو ان حوالوں سے خاصی مثبت پیش رفت ہو چکی ہوتی۔ کاش ہماری دینی قوتیں قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں کے ذریعے بے گناہ قبائلیوں کی شہادتوں کے خلاف بلند آہنگ صدائے احتجاج بلند کرتیں اور یہ حملے رکوانے کے لئے ملک گیر تحریک چلاتیں تو یہ حملے یقیناً رک چکے ہوتے۔ کاش ہماری دینی جماعتیں نیٹو سپلائی روٹس پر دھرنوں کی پرزور کال دیتیں تو امریکا اب تک افغانستان سے اپنا بوریا بستر گول کر کے بھاگ چکا ہوتا۔ کاش ہماری دینی قوتیں بھی ہماری عدلیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے نظریہ ضرورت کو خیر باد کہہ ڈالیں تو ملک وقوم کی تقدیر ہی سنور جائے۔ اے کاش

مدیر کے نام

1۔محترم شمس الحق اعوان صاحب

اسلام آباد

یہ خط جناب شمس الحق صاحب نے حکمت بالغہ کے مدیر کے نام حکمت بالغہ کے اعزازی اجراء پر پہلا شمارہ موصول ہونے پر اکتوبر 07ء میں لکھا تھا جو بوجوہ ہمارے دفتر میں مئی 11ء کو موصول ہوا۔ گو یہ وقفہ طویل ہے تاہم مندرجات تازہ ہیں اور پھولوں کی طرح خوشبو دے رہے ہیں۔ (ادارہ)

میرے حوالے سے دو حقیقتیں ایسی ہیں جن سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ ایک یہ کہ تنظیم اسلامی کی پچیس سالہ رکنیت اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بیعت میں جو کچھ سیکھا اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بحمد اللہ میں نے

قل یٰاھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبدالا الله (64:3)

سے متاثر ہو کر تمام مذاہب عالم کو توحید پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی ہے اور ان کی کتب سے وحدانیت کے ثبوت نکال کر ایک کتاب "The Rilligion of Scriptures-one community common faith" لکھی ہے۔ تنظیم کی علیحدگی سے اب تک یہ میرے چار سالہ مطالعہ کا حاصل ہے جس کا کریڈٹ میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو دیتا ہوں۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ رفقائے تنظیم جہاں ملے احترام اور محبت سے ملے جن میں

رحمت اللہ بٹ صاحب، میجر (ر) فتح محمد صاحب، خالد محمود عباسی صاحب، مختار احمد خان صاحب، اور آپ قابل ستائش ہیں کہ آپ لوگوں نے تعلق نہیں توڑا۔ آپ نے حکمت بالغہ نکالا اور خوب نکالا، جب میں نے پہلا شمارہ وصول کیا تو یادِ ماضی نے جرس کارواں کی یاد تازہ کردی، جسے مجبوراً آپ کو بند کرنا پڑا۔ لیکن نہاں خانہ دل میں پوشیدہ اس آرزو نے بالآخر حکمت بالغہ کا روپ دھار لیا۔ الفاظ کا چناؤ ذہنی سفر کا غماز ہوتا ہے جوانی کا دور دریا کے تلاطم کا دور ہے اور بڑھاپے کا دور سمندر کے سکوت اور گہرائی کا دور ہے اس دور میں جرس کارواں ہی مناسب تھا اور اس دور میں حکمت بالغہ ہی جچتا ہے اس دور میں ناقہ بے زمام کو سوئے قطار لانے کے لئے جرس کارواں ہی کی ضرورت ہے بمطابق فرمان نبوی الحکمة ضالّة المؤمن وھواحق بھا حیث وجد۔

حکمت بالغہ کا سرورق اور مضامین کا چناؤ بہت عمدہ ہے، نوجوان مسلم کو ماضی کی جھلک دکھانے کی ایک کوشش ہے شاید اس سے جذبہ تازہ لے کر مستقبل کی حنا بندی کر سکیں۔

؎ لوٹ جا عہد نبیؐ کی سمت اے رفتارِ جہاں

پھر میری بربادیوں کو ارتقا درکار ہے

مسجد اقصیٰ پر آپ کا مضمون بہت برمحل ہے اس کی تاریخ اور حضرت عمرؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک حقوق انسانی کے علمبرداروں کے لئے مشعل راہ ہے صفحہ 34 (سیریل نمبر 3) پر آپ نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے بارے میں لکھتے ہوئے لفظ شاید کا اطلاق کیا ہے، اگرچہ آپ جانتے ہی ہیں تاہم تاکید مزید کے لئے رقم طراز ہوں کہ پہلی اُمتوں میں بھی یہ ارکان موجود تھے البتہ ان کے اوقات اور تعداد زماں و مکاں کے لحاظ سے مختلف رہی ہیں مسجد اقصیٰ کی تعمیر وتخریب کی داستان اور اس پر ملحمة العظمی بڑھکنے کی باتیں زبان زدِ عام ہیں لیکن اس کے لئے نہ تو کوئی چارہ جوئی نظر آتی ہے اور نہ ہی کوئی چارہ گر، بلکہ اب تو وطن عزیز کے چار چار نقشے شائع ہو رہے ہیں، قوم رفتہ رفتہ اسے قبول کرتی جا رہی ہے جو ملک بڑی آرزوؤں اور قربانیوں سے حاصل کیا تھا اپنے ہاتھوں برباد ہوتے دیکھ کر دل خون کے آنسوں روتا ہے۔

؎ کیا قدرت نے اسی لیے چنوائے تھے تنکے

بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

ماں کی عظمت کا مضمون ڈھیروں نیکیاں کمانے والا مضمون ہے، بنیادی انسانی اقدار کا فروغ اسلام کا اہم ترین عنوان ہے، دنیا میں جس نے بھی ترقی پائی والدین کی دُعاؤں کے نتیجے میں پائی۔ ہماری نسل کو اس حقیقت کا ادراک ہو جائے کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے تو زندگی کی کامرانیاں ان کے قدم چومیں گی، گھر کا ادارہ امن عالم کی پہلی تربیت گاہ ہے، تربیت گاہوں میں جہاں آپ تھیالوجی سکھاتے ہیں وہاں دورِ حاضر کی اصطلاحات پر مشتمل اگر بنیادی انسانی اقدار کے حسب عنوانات بھی شامل کر لیں تو یقیناً بہت بڑی خدمت ہو گی۔

1۔ Concentration
2۔ Time management
3۔ Team management
4۔ Speaking methodolgy
5۔ Health management
6۔ Financial management

آپ جانتے ہیں کہ تحریکی اجتماعات میں متعلقین کو لانے کے لئے کیا کیا ترغیبات دینی پڑتی ہیں لیکن اگر آپ افراد اپنے وقت کی صحیح تقسیم اور ترجیحات متعین کر لیں تو یہ مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔ آپ بہر حال ایک کام میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی ہمتوں کو اور جوان کرے۔ راقم بوڑھوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لئے ایمز ایجوکیشن سسٹم میں مصروف کار ہے جو آکسفورڈ سلیبس کے ساتھ ساتھ عربی، اسلامیات اور حفظ قرآن کروا رہا ہے۔ دُعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہماری کوششوں کو شرف قبولیت بخشے۔

ہم اپنے آپ کو سلگا رہے ہیں اس توقع پر
کبھی تو آگ بھڑکے گی کبھی تو روشنی ہو گی

2۔ محترم محمد سمیع صاحب

کراچی

ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' بڑی حکمت کے ساتھ اپنے قارئین کو قرآن کے شعوری فہم کے ضمن میں ذہنی بلوغت کی منزل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے۔ ویسے تو اس کا ہر شمارہ قارئین کے لئے مشعل راہ ہوتا ہے لیکن گاہے بگاہے اس کے خصوصی شماروں کے لئے جن موضوعات کو منتخب کیا جاتا ہے وہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

جب قوم کی عظیم اکثریت میں تفریح کے نام پر عریانی وفحاشی کو فروغ دیا جارہا ہو، جب ''آہ سحر گاہی'' کی جگہ ''واہ فلم بینی'' نے لے لی ہو، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے بتایا جائے کہ علامہ اقبال نے جب یہ کہا تھا کہ ''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ'' تو اس کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ خواتین کو ان راہوں پر ڈال دیا جائے جن پر مغرب میں عورت برق رفتاری کے ساتھ گامزن ہے۔ اس حوالے سے ''حکمت بالغہ'' کا حقوق نسواں نمبر وقت کے ایک عظیم تقاضے کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے تو قرآن مجید نے اصول فراہم کردیئے ہیں لیکن تاحال اس ہیچ داں کے علم کی حد تک اسے مدوّن صورت میں سامنے نہیں لایا جاسکا ہے۔ لہٰذا ہم جمہوریت کی نیلم پری کے زلف گرہ گیر کے اسیر ہوچکے ہیں اور پچھلے چوسٹھ سال سے اس پری کو اسلام کا جامہ پہنانے میں ناکام چلے آرہے ہیں۔

بالعموم مسلمانوں کی عظیم اکثریت غربت کا شکار ہے اور جن ممالک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال و دولت سے نوازا ہوا ہے ان کی دولت یہودی بینکوں میں ہے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہودیوں نے امریکہ سے لے کر صومالیہ تک کو قرض کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ ہم اتنے باحوصلہ لوگ ہیں کہ امریکہ سے تو جنگ کے متحمل نہیں ہوسکتے لیکن سودی نظام معیشت کو جاری وساری رکھ کر اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے اپنے آپ کو جنگ کے الٹی میٹم کی زد میں رکھا ہوا ہے۔ جہاں شریعت نافذ نہ ہو وہاں کی شرعی عدالت بھی اسے سودی نظام معیشت سے چھٹکارہ نہیں دلاسکتی۔ فما اصبرھم

علیٰ النار **صدق اللہ العظیم۔**

ہاں البتہ اسلام کا معاشرتی نظام مغرب کے لئے Hard nut to crack بنا ہوا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی سرپرستی میں ہمارا میڈیا اسے ان کے لئے Soft belly بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اسلامی معاشرے کو اپنے رنگ میں رنگنے کے لئے مغرب اب تک نہ جانے کتنے جتن کر چکا ہے۔ قاہرہ کانفرنس سے لے کر بیجنگ پلس فائیو کانفرنس سے آگے بڑھ کر اب اس نے ہمارے تعلیمی اداروں میں جنسی تعلیم پر مبنی مواد کو داخل کرنا شروع کر دیا ہے۔ معاشرتی نظام کا تانا بانا چونکہ خواتین کے گرد گھومتا ہے لہٰذا قوم میں حقوقِ نسواں کا شعور بیدار کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے جسے ''حکمت بالغہ'' کے اس خصوصی شمارے کے ذریعہ پوری کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے لئے محترم مختار فاروقی اوران کی ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔ اللہ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

کے وابستگان اور

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

کے قارئین کے لیے یہ اطلاع

بڑی خوشخبری

ہے کہ قرآن اکیڈمی جھنگ سے

مطبوعات کا ایک سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے

جس کے ذریعے حکمت بالغہ میں

شائع شدہ کئی سلسلہ ہائے مضامین

کتابی صورت میں دستیاب ہو سکیں گے۔

اس وقت متعدد مسودات نظر ثانی کے مراحل میں ہیں

ان شاء اللہ اگلی اشاعت میں اس کی

مزید تفصیلات سامنے آ سکیں گی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

طائف کے سفر میں زخموں سے چور ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِلَیۡکَ أَشۡکُوۡ

اے اللہ میں تیرے ہی حضور شکوہ کرتا ہوں

ضُعۡفَ قُوَّتِیۡ وَ قِلَّۃَ حِیۡلَتِیۡ وَ ھَوَانِیۡ عَلَی النَّاسِ

اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا

یَاأَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ إِلٰی مَنۡ تَکِلُنِی

اے ارحم الراحمین، مجھے کس کے حوالے کرر ہا ہے؟

اِلٰی عَدُوٍّ یَتَجَھَّمُنِیۡ أَمۡ اِلٰی قَرِیۡبٍ مَلَّکۡتَہٗ أَمۡرِیۡ

کیا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے؟

یا کسی قریبی کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے؟

اِنۡ لَمۡ تَکُنۡ سَاخِطًا عَلَیَّ فَلاَ أُبَالِیۡ غَیۡرَ أَنَّ عَافِیَتَکَ أَوۡسَعُ لِیۡ،

اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں،

مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے

أَعُوۡذُ بِنُوۡرِ وَجۡھِکَ الۡکَرِیۡمِ

میں پناہ مانگتا ہوں تیری مقدس ذات کے اس نور کی

الَّذِیۡ أَضَاءَ تۡ لَہُ السَّمَاوَاتُ وَ الۡاَرۡضُ

جس سے آسمان اور زمین روشن ہوئے

وَ أَشۡرَقَتۡ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَیۡہِ أَمۡرُ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ

اور اندھیرے چھٹ گئے اور جس پر دنیا اور آخرت کا معاملہ درست ہو گیا

أَنۡ تَحُلَّ عَلَیَّ غَضَبُکَ أَوۡ تَنۡزِلَ عَلَیَّ سَخَطُکَ

مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں

وَ لَکَ الۡعُتۡبٰی حَتّٰی تَرۡضٰی وَلاَحَوۡلَ وَ لاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِکَ

تیری مرضی پر راضی ہوں یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے، تیرے سوا نہ کوئی طاقت ہے اور نہ قوت''

(جامع الصغیر بحوالہ طبرانی، عن عبد اللہ بن جعفرؓ)

ان شاء اللہ

امسال رمضان المبارک کے دوران

ترجمة القرآن

کے دو پروگرام ہوں گے

1 جامع مسجد عبیداللہ صاحب (گنبدوں والی)

محلّہ سلطان والا جھنگ صدر

مدرّس : مختار فاروقی

2 جامع مسجد قرآن اکیڈمی

3۔کلومیٹر ٹوبہ روڈ، لالہ زار کالونی جھنگ صدر

مدرّس : عبداللہ اسماعیل

قرآن مجید کے علوم کے طالب علموں سے

شرکت کی درخواست ہے۔

انتظامیہ جامع مسجد عبیداللہ صاحب

و اراکین انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ